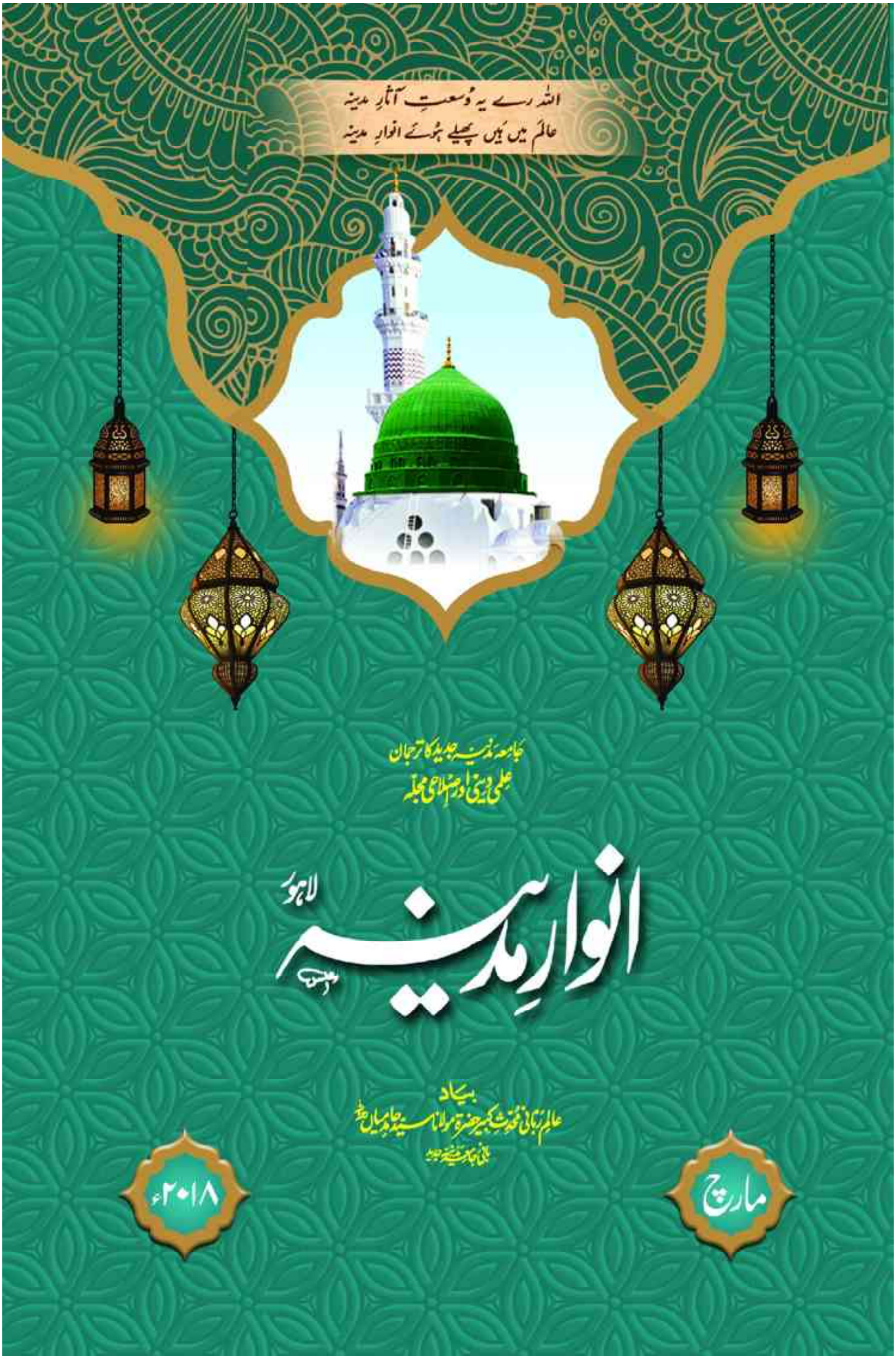
اللہ رے یہ وسعتِ آثارِ مدینہ
عالم میں ہیں پھیلے ہوئے انوارِ مدینہ
جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اصلاحی مجلہ
انوارِ مدینہ
لاہور
بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سیّد حامد میاں
بانی جامعہ مدنیہ جدید
۲۰۱۸ء
مارچ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوارِ مدینہ

جلد : ۲۶	جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ / مارچ ۲۰۱۸ء	شمارہ : ۳

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ

0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر : 0333-4249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35399051

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35399052

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع وناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
دینِ کامل	حضرت اقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ	۱۰
مشکلات کا حل	حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد صاحب مدنیؒ	۱۸
تبلیغِ دین	حجۃ الاسلام حضرت اِمام غزالیؒ	۲۴
سلوک و احسان کی اہمیت	حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۳۳
فضائلِ مسجد	حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری	۴۲
وفیات		۴۴
دل کی حفاظت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۴۵
کیا انسان کی خدمت اور انسانیت کی خدمت میں فرق ہے ؟	حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب	۵۵
وہ سجدوں کے شوقین غازی کہاں ہیں ؟		۶۱
اخبار الجامعہ		۶۴

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ !

پاکستان کے نظامِ تعلیم کو ترتیب دینے والے ہمیشہ سے یہود و نصارٰی کے نوکر رہے ہیں وہ سیاہی کو سفیدی دکھا کر قوم کے بچوں کے دماغوں کو تاریک کررہے ہیں یہی بچے بڑے ہو کر قوم کے نواز شریف، بھٹو، زرداری، یحیٰی خان، الطاف حسین، عمران خان، مشرف اور سابقہ مشرقی پاکستان کے شیخ مجیب الرحمٰن بنتے ہیں اور تاریکی میں تاریکی گھولتے چلے جاتے ہیں ان سب کا ایک متفقہ ایجنڈا ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والی مملکت میں اسلام کے نام لیوا تو ہوں مگر ''اسلام'' نہ ہو۔

یہ نفاقی سرطان کے روگی قوم کے ''قائد'' بھی ہیں مغرب کے ''غلام'' بھی ! اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کے نفاق کا کالا یرقان ان کے دلوں کو کہاں تک کالا کر چکا ہے۔

دجال کے ہراول دستوں نے پوری دنیا میں دجالی معرکہ بپا کرنے کی آخری تیاریاں مکمل کر لی ہیں اس نفاقی سرطان کی سیاہ آندھی میں قرآن و احادیث بہت کچھ روشن میناروں کی رہنمائی کرتی ہیں اسی روشنی کی مدد سے تیار ہونے والا مستقبل کا سیاسی نقشہ ہی اُمت کی فلاح کا ضامن ہوسکتا ہے۔

عرب و عجم کے مخلص علماء انہی نکات کی روشنی میں اُمت کی رہنمائی کی سرتوڑ کوششیں کررہے ہیں مسلمان انہیں تلاش کریں ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے کان اور آنکھیں بند کرلیں تاکہ اُن کے کان اور آنکھیں اِن کے کان اور آنکھیں بن جائیں۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ . آمينَ

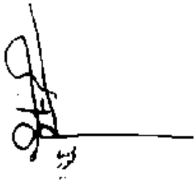

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اور درسگاہیں

(۳) کتب خانہ اور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اجر ہے۔(اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا　**درس حدیث**　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرتِ اقدس کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے، آمین۔

توبہ و استغفار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندہ جب اعترافِ گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔

مشکوۃ شریف میں ایک طویل حدیث ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جنابِ آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اے میرے بندو ! میں نے اپنے اُوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور تمہارے اُوپر بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو حرام قرار دیا ہے فَلَا تَظَالَمُوْا پس ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو ! تم سب کے سب بھٹکنے والے ہو سوائے اُس کے جس کو میں راہ پر لگاؤں فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔

اے میرے بندو ! تم سب کے سب بھوکے ہو سوائے اُس کے جس کا میں پیٹ بھروں فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ پس مجھ سے طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا۔

اے میرے بندو ! تم سب کے سب بے کپڑے ہو سوائے اُس کے جس کو میں کپڑا عنایت کروں فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسُکُمْ پس مجھ سے کپڑے طلب کرو میں تمہیں پہناؤں گا۔

اے میرے بندو ! تم دن میں بھی گناہ کرتے ہو اور رات میں بھی اور میری شان یہ ہے کہ میں تمہارے سب کے سب گناہ بخش دیا کرتا ہوں فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْلَکُمْ پس تم مجھ سے مغفرت چاہو میں تمہارے گناہ بخش دوں گا۔

اے میرے بندو ! تم اپنے خالق کو نفع پہنچا سکتے ہو اور نہ نقصان (یعنی تم کفر کرو تو اُسے نقصان نہیں پہنچتا اور نیکی کرو تو اُسے فائدہ نہیں پہنچتا)۔

اے میرے بندو ! اگر تم میں اوّل و آخر اور انسان و جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تم میں کوئی بڑے سے بڑا متقی ہو تو اس سے میرے ملک میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔

اے میرے بندو ! اگر تم میں اوّل و آخر انسان و جنات سب ایسے ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ خراب ہو تو اس سے میری سلطنت میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

اے میرے بندو ! اگر تمہارے اوّل و آخر انسان و جنات کسی جگہ پر کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک انسان کو وہ دے دوں جو وہ مانگے تو ایسا کرنے سے میرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اے میرے بندو ! یہ جو کچھ بھی ہیں تمہارے ہی اعمال ہیں، یہ میں تمہارے کیے ہوئے تمہارے اُوپر شمار کرتا ہوں پھر یہ اعمال پورے کے پورے تمہیں پہنچا دوں گا فَمَنْ وَّجَدَ خَیْرًا فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ پس جو اچھائی پائے تو اُسے چاہیے کہ اللہ کا شکر کرے وَمَنْ وَّجَدَ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ[1] اور جو اِس کے علاوہ (برائی وغیرہ) پائے تو اُسے چاہیے کہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے قرآنِ حکیم میں ہے ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ﴾ یعنی جو ذرّہ برابر بھی نیکی کرتا ہے وہ اُس کو دیکھ لے گا اور جو ذرّہ برابر بھی برائی کرتا ہے وہ اُس (کے برے انجام) کو دیکھ لے گا گویا برے کو برائی کا بدلہ اور اچھے کو اچھائی کا بدلہ مل کر رہے گا خواہ دنیا میں ہو خواہ آخرت میں۔

---

[1] مشکوۃ شریف باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۲۶

تو انسان کو چاہیے کہ معمولی گناہوں سے بھی اجتناب کرے صغیرہ گناہوں کے لیے بھی استغفار کرے حق تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گناہ جس کو وہ معمولی اور چھوٹا سمجھتا ہے اس کی گرفت اور عذاب کا باعث بن جائے۔

حدیث شریف میں سوئی کو سمندر میں ڈبونے کی مثال دے کر بیان فرمایا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ سوئی میں کچھ نہ کچھ پانی آتا ہے چاہے وہ نصف قطرہ ہو یا چوتھائی قطرہ ہو، اللہ تعالیٰ کے دربار میں اتنی بھی کمی نہیں آتی صرف مثال دے کر سمجھانا مطلوب ہے۔

یہ بات بار بار کہہ چکا ہوں کہ استغفار صرف زبان سے کافی نہیں زبانی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں استغفار تب معتبر ہے جب اوّل گناہوں پر نادم ہو جرم خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مگر جب دل میں ندامت اور شرمندگی ہوگی اور اس گناہ کے باعث اپنے آپ کو ملامت کرے گا تو حق تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ معاف فرمادیں گے۔

حدیث شریف میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے پوری زندگی گناہوں میں گزار دی تھی بڑے بڑے قتل جیسے جرائم اس سے صادر ہوئے تھے آخر میں وہ اپنے جرائم اور اپنی سیہ کاریوں پر نادم ہوا اور ایک راہب کے پاس چلا آیا، اس کے سامنے اپنا حال بیان کیا تو اُس نے کہا کہ تو بہت بڑا مجرم ہے تیرے جرائم معاف ہونے کے نہیں ، یہ سن کر اُس نے راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور ایک اور کے پاس اسی غرض سے چلا گیا، اس کے حالات سن کر اس کو ایک اور صاحب کے پاس جانے کا مشورہ دیا کہ وہ خدا کا نیک بندہ ہے اس کے سامنے توبہ کرنا چنانچہ وہ گناہوں پر نادم انسان اس شخص کی طرف روانہ ہوا، ابھی اس نے بہت کم مسافت طے کی تھی کہ موت آپہنچی آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جب چلنے کے قابل نہ رہا تو سینے کے بل گھسٹنے لگا، اس کے پاس روح قبض کرنے کے لیے جب فرشتے آئے تو فرشتوں میں گفتگو ہوئی، رحمت کے فرشتے کہتے کہ اس کی روح ہم قبض کریں گے کیونکہ یہ گناہوں پر نادم اور پشیمان تو ہو ہی چکا ہے، عذاب کے فرشتے کہنے لگے کہ یہ بہت گناہگار رہے اس لیے اس کی جان ہم لیں گے۔ جنابِ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم بھیجا کہ زمین ناپ لو، اگر اس نے مسافت زیادہ طے کی ہے تو اس کی جان رحمت کے فرشتے قبض کریں ورنہ عذاب کے فرشتے، اگرچہ اس نے مسافت کم طے کی تھی مگر حق تعالیٰ کی رحمت سے اس طرف کی زمین سمٹی جس طرف وہ جا رہا تھا جب زمین کو ناپا گیا تو ایک بالشت وہ حصہ زیادہ نکلا جو وہ طے کر چکا تھا، بس پھر تو وہ رحمت کے فرشتے اس کی روح لے گئے۔[۱]

چونکہ وہ دل میں سخت نادم تھا شرمسار تھا اس لیے حق تعالیٰ کو اس کی ندامت اور شرمساری پسند آئی، شاید ایک بالشت ہی وہ گھسٹا ہوگا، جو ایک بالشت کا فرق ملائکہ کو دکھایا گیا اور حق تعالیٰ قریب کو بعید اور بعید کو قریب کرنے پر قادر ہیں۔

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ گناہ جتنے بھی ہوں مگر ندامت، پشیمانی، استغفار اور عاجزی سے حق تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ (بحوالہ ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۴؍ جون ۱۹۶۸ء)

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جا رہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

---

[۱] مشکوۃ شریف باب الاستغفار و التوبۃ رقم الحدیث ۲۳۲۷

علمی مضامین سلسلہ نمبر۱۶ قسط : ۳

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جو تاحال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

دین کامل

اِسلام کی مختصر تصویر قرآن وحدیث کے آئینہ میں

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحبؒ ﴾

بن دیکھی مخلوق :

☆ فکرِ سلیم اور صحیح عقل نے کبھی بھی یہ تسلیم نہیں کیا کہ مخلوق ہو خالق نہ ہو، حیرت انگیز کاریگری ہر جگہ جلوہ افروز ہو اور کاریگر کوئی نہ ہو، ہماری آنکھیں جن کو دیکھتی ہیں اُن میں سب سے بڑا آفتاب ہے یہ نیر درخشاں، یہ شمس منیر آزاد ہے یا پابند ؟ ایک ہزار سال پہلے یہ دہلی یا مثلاً لندن کے اُفق پر یکم جنوری کو جس لمحہ اور جس سیکنڈ پر طلوع ہوا تھا ایک ہزار سال بعد بھی اُسی لمحہ اور اُسی سیکنڈ پر طلوع ہو رہا ہے، غروب کا وقت بھی وہی ہے، نہ طلوع میں فرق نہ غروب میں، یہ جتنا بڑا ہے اُتنا ہی زیادہ پابند، ماہرین علوم نے اس کی پابندی کو معیار بنایا اس سے جنتریاں تیار کیں اور کی جا رہی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ یہ حیرت انگیز پابندی موجود ہو، پابند کرنے والا کوئی نہ ہو ؟ ؟

عقل و دانش نے کبھی بھی اس کو تسلیم نہیں کیا اسی لیے وہ مجبور ہوئی کہ وہ اس کائنات کا خالق مانے اور تسلیم کرے کہ وہ قادر ہے وہ صاحبِ حکمت علیم و خبیر ہے۔

فکرِ صحیح اور عقلِ سلیم اس بات کے ماننے پر بھی مجبور ہوئی کہ ہماری اِن ہی کھلی ہوئی آنکھوں کے سامنے ایسی چیزیں بلکہ ایسی حقیقتیں بھی ہیں جو موجود ہیں اور ممکن ہے کہ ان کا وجود ہمارے وجود سے زیادہ باعظمت ہو مگر وہ ہمیں نظر نہیں آتیں، خود ہماری اپنی نظر و نگاہ ہے جو سب کچھ دیکھتی ہے ہم اِس کے ذریعہ سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ہم خود نظر و نگاہ کو نہیں دیکھ سکتے۔

یہ ''جان'' کیا ہے ؟ ہمارے اندر موجود ہے ہمارا وجود اس پر منحصر، یہ نہ ہو تو ہم نہ ہوں مگر کیا کسی نے اپنی جان کو دیکھا ہے ؟ ؟ کیا جان نظر آسکتی ہے ؟ ؟ ؟

ہم ہیں بلاشبہ ہم ہیں مگر کیا کبھی ہم نے اپنے آپ کو دیکھا ہے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، ناک بلاشبہ نظر آتے ہیں مگر جس کو ہم ''ہم'' سمجھتے ہیں جس کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ ہم زید ہیں، ہم عمر ہیں، ہم بکر ہیں کیا کبھی کسی نے اس ''ہم'' کو دیکھا ہے، بہر حال جس طرح فطرتِ سلیم خالق کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے ایسے ہی خالق کے علاوہ ایسی کائنات کے ماننے پر بھی مجبور ہے جو اپنا وجود تو رکھتی ہے مگر ہمیں نظر نہیں آتی ان دونوں کا ماننا تقاضائے فطرت ہے ان کے ماننے میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

☆ البتہ غلطی یہ ہوئی اور بہت سخت غلطی ہوئی کہ ہم نے خالق کو مخلوق پر قیاس کر لیا، جس طرح ہم کھاتے پیتے کسی مکان میں رہتے ہیں ایسے ہی وہ خالق جس کو خدا یا اللہ، گاڈ یا پرماتما کہا جاتا ہے وہ بھی کھاتا پیتا ہوگا آرام کرتا ہوگا کسی مکان میں رہتا ہوگا اُس کی بیوی ہوگی اولاد ہوگی وہ اگر بادشاہ ہے تو اُس کے وزیر اور مشیر ہوں گے وغیرہ وغیرہ، دوستوں اور مددگاروں کا اُس پر دباؤ ہوگا وہ ان کی باتیں مانتا ہوگا۔

یہی مغالطہ تھا جس کی بنا پر لوگوں نے دیوتا مانے کہ وہ خدا کے مددگار ہیں ان کو خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے دیوتا جب خدا کی مدد کرتے ہیں تو وہ اس کی بھی مدد کرتے ہیں جو ان سے مدد چاہتا ہے خدا سے مدد مانگنا دُور کی بات ہے اس سے قریب یہ ہے کہ دیوتاؤں سے مدد مانگو۔

کسی نے اللہ کو کھانے پینے والا مانا تو اس کے کھانے پینے کے لیے کچھ پیش کرنا ضروری سمجھا وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتے تھے تو اُس کے نام کے بت بنائے وہ ان پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں ان کے چرنوں پر جانداروں کو قربان کرتے ہیں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسانوں کو، انسانوں کے بچوں کو اور انتہا یہ کہ خود اپنے بچوں کو بھی ان کی چوکھٹوں پر قربان کر دیتے ہیں ان کا خون ان پر ڈالتے ہیں۔

کچھ وہ ہیں جو بظاہر صاحبِ علم وفضل اور اَربابِ دانش ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے مگر وہ تین میں ایک ہے اُس کا بیٹا بھی ہے اُس کا جوہر باپ کا جوہر ہے وہ بھی ازلی ہے اِس لیے اس کو مخلوق نہیں کہتے ہیں، کہتے ہیں وہ مولود ہے، ایک اور بھی ہے جس کو روح القدس کہتے ہیں مگر تینوں ایک ہیں جب بیٹا مانتے ہیں تو بیوی کا انکار نہیں کر سکتے۔

چوتھی صدی عیسوی کے ربیع الاوّل پر (جولائی ۳۲۵ء میں) جو کانفرس قسطنطینِ اعظم کی دعوت پر نیقا میں ہوئی اُس نے یہ عقیدہ طے کیا جس کو ''عقیدۂ متفقہ نیقیہ'' کہا جاتا ہے۔

> ''ہم ایمان رکھتے ہیں ایک خدا پر جو باپ اور مالک ہے، سب کا بنانے والا، ان چیزوں کا جو دیکھی جاتی ہیں اور اُن کا جو نہیں دیکھی جاتی ہیں اور ایمان رکھتے ہیں خداوند یسوع مسیح خدا کے فرزند پر جو پیدا ہوا ہے باپ سے اکیلا مولود یعنی پیدا ہوا ہے جوہر سے جو باپ کا ہے، خدا ہے خدا کا، نور ہے نور کا، اصلی خدا اصلی خدا کا، مولود ہے مصنوعی نہیں ہے کیونکہ وہ اور باپ ایک جوہر سے ہیں، اُسی نے بنایا ہے تمام اشیاء کو جو آسمان پر ہیں یا زمین پر جس نے ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے لیے نزول کیا آسمان سے اور وہ مجسم کیا گیا اور بنایا گیا، انسان صلیب پر چڑھایا گیا اور اُٹھا تیسرے دن اور چڑھ گیا آسمان پر اور وہ آئے گا پھر مُردوں اور زندوں کے درمیان عدل کے لیے اور ایمان رکھتے ہیں ہم روح القدس پر۔''

یہ عبارت ہے اُس تحریر کی جو اُس وقت سے آج تک ''عقیدہ متفقہ نیقیہ'' کے نام سے مشہور رہے بعد کی صدیوں میں اس پر اضافے بھی ہوتے رہے، چند فقرے جن سے اریوسی عقیدے کی تردید

ہوتی ہے بڑھائے گئے، وہ فقرے یہ ہیں :

''لیکن جو کہتے ہیں کہ ایک وقت ایسا تھا کہ وہ نہ تھا اور کہتے ہیں کہ مولود ہونے سے پہلے وہ نہ تھا اور اس کا وجود ایسی چیز سے ہوا جو پہلے نہ تھی یا جو لوگ مانتے ہیں کہ خدا کے فرزند کی ذات یا اُس کا جوہر خدا کی ذات اور جوہر سے جدا ہے یا یہ کہ وہ مصنوع تھا یا تابع تغیر و تبدل ہے تو کلیسا ایسے تمام لوگوں کی تردید کرتا ہے۔'' [۱]

تعجب ہے ان اربابِ دانش پر جو کانفرس کے فیصلہ کو خداوندی فیصلہ قرار دیتے ہیں، اگر کانفرسوں کے فیصلے خدائی فیصلے ہوتے ہیں تو ہر ایک پارلیمنٹ کے فیصلے خداوندی ہوں گے، بے شک اس کانفرس میں شریک ہونے والے وہ تھے جو عیسائیت میں نہایت پختہ تھے اور بہت سوں نے قربانیاں بھی دی تھیں مگر ہر پختگی دلیل صداقت نہیں ہوتی، آخر کمیونسٹوں نے کیا قصور کیا ہے کہ ہمہ قسم کی قربانیوں کے باوجود ان کو مصلح نہیں کہا جاتا اور دنیا کو ان سے خوف زدہ کیا جاتا ہے۔

☆ کچھ نے کہا کہ خالق ضرور ہونا چاہیے مگر ایک نہیں بلکہ کم از کم دو :

ایک خالقِ خیر ، دوسرا خالقِ شر حالانکہ قادرِ مطلق ایک ہی ہوسکتا ہے، دو ہوں گے تو مطلق کوئی بھی نہ ہوگا، ہر ایک دوسرے کا پابند ہوگا، پابند نہ ہوگا تو باہمی اختلاف ہوگا۔ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہوسکتے، ایک قمقمے میں بیک وقت دو کرنٹ نہیں دوڑ سکتے تو ایک مخلوق کے دو قادرِ مطلق خالق کیسے ہوسکتے ہیں ؟

☆ حقیقت یہ ہے کہ اُس انسان کی کوئی حیثیت نہیں جس میں ترقی کی اُمنگ نہ ہو، جب بندۂ عاجز ترقی کی اُمنگ سے محروم نہیں اور یہ جذبہ اُس کی قابلیت اور صلاحیت کے لیے بہترین جوہر ہے تو کیا خدائے قادر میں ترقی کا جذبہ نہیں ہوگا ؟ مخلوق سے وہ پہلے ہی برتر و بالا ہے تو ترقی کا یہ جذبہ دوسرے خدا کے مقابلہ پر بھی ہوگا، لامحالہ ایک دوسرے پر غالب آجائے گا تو لامحالہ خدا وہی ہوگا جو غالب ہوگا، بہرحال اس طرح کے مغالطے تھے جو فکرِ انسان کو پیش آئے جن کی بنا پر بہت سے مذہب بن گئے۔

---

[۱] ''قسطنطین اعظم'' مصنفہ جان بی فرتھ اسکوائر، ترجمہ محمد عنایت اللہ صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷

☆ خالق کو تسلیم کرنا (یعنی ایمان باللہ) سب سے پہلا فرض ہے، مخلوق کا یہ بھی فرض ہے کہ خالق کی تعظیم کرے، اس تعظیم کی صورتوں کا بیان کرنا ہی مذہب کا مقصد ہے لیکن یہ اہم ترین مقصد اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک مغالطے ختم نہ کیے جائیں، فرشتوں پر ایمان لانا ایک عنوان ہے اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ ان مغالطوں کو ختم کیا جائے جو بن دیکھی مخلوق کے متعلق اصحابِ فکر حامیانِ مذہب کو پیش آئے جن کی بنا پر بہت سے فرقے بن گئے۔

☆ یہ کائنات جو ماوراء ادراک اور ماوراء مشاہدہ ہے کتنی ہے اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے ''تیرے رب کے لشکروں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔'' [۱]

اللہ تعالیٰ کو ضرور اس کا علم ہے کیونکہ وہ خالق ہے اور کیا ممکن ہے کہ خالق کو اپنی مخلوق کا علم نہ ہو حالانکہ وہ لطیف وخبیر ہے، عالمِ ظاہر وباطن۔ [۲]

اس کے خلق وایجاد کا سلسلہ جاری ہے اس لیے بھی علمِ انسان جملہ کائنات کا احاطہ نہیں کرسکتا [۳]

کائنات کے بیشمار جواہر میں سے کچھ وہ ہیں جن کا تعلق انسان سے رہتا ہے، یہ ہیں فرشتے جنات اور شیاطین، انسان ان کا ادراک نہیں کرسکتا کیونکہ یہ اگرچہ مادّی ہیں مگر ان کا مادّہ مختلف ہے انسان خاکی ہے اور یہ نوری یا ناری ہیں۔ [۴]

یہ کچھ ہی ہوں ان کا مادّہ کچھ ہی ہو مگر اتنی بات یقینی ہے کہ مستحق پرستش ان میں سے کوئی بھی نہیں کیونکہ خدا کی خدائی میں ان کی کوئی شرکت نہیں، ان سب میں فرشتوں کا درجہ سب سے بلند ہے مگر ان کی فطرت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے [۵] وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کرسکتے اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں [۶] ان کی شان یہ ہے کہ شب وروز تسبیح خواں رہتے ہیں کبھی سست نہیں پڑتے [۷] خدا کی مرضی کے سوا کسی کی مدد تو کیا کرتے یہ ہمت بھی نہیں کرسکتے کہ خدا کی مرضی کے خلاف

---

[۱] سورۂ مدثر : ۳۱ [۲] سورۂ ملک : ۱۴ ، سورۃ الحشر : ۲۲ [۳] سورۂ فاطر : ۱ ، سورۃ النحل : ۸
[۴] سورۃ الحجر : ۲۶، ۲۷ [۵] سورۃ التحریم : ۶ [۶] سورۃ الانبیاء : ۲۸ [۷] سورۃ الانبیاء : ۲۰

کسی کی سفارش کردیں، وہ صرف اسی کی سفارش کرتے ہیں جس کے لیے خدا کی مرضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ۱ حکمِ خدا کے سامنے دم مارنے کی تو کیا مجال ہوتی جب حضرت حق جل مجدہ کا حکم نازل ہوتا ہے تو اُس کے رعب اور خشیت سے ان کو اپنے ہوش سنبھالنے مشکل ہوجاتے ہیں جب ان کے دلوں سے دہشت دُور ہوجاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا ؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات ہی کا حکم فرمایا اور وہ عالی شان ہے سب سے بڑا۔ ۲

ان میں چار فرشتے خاص درجہ رکھتے ہیں : حضرت جبرائیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ، حضرت عزرائیلؑ مگر بلندی درجات کا مدار اِس پر ہے کہ احکامِ الٰہی کے زیادہ سے زیادہ پابند زیادہ مطیع اور زیادہ فرماں بردار ہیں۔

ملائکہ مقربین وہ بھی ہیں جو حاملینِ عرش کہلاتے ہیں اِن کے مدارج سب سے بلند ہیں کیونکہ ان کی شان یہ ہے ''وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔'' ۳ بایں ہمہ ان کا درجہ انسان سے بلند نہیں کیونکہ انسان وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نیابت و خلافت کی عظمت عطا فرمائی اور فرشتوں کو حکم ہوا : '' سجدہ کرو آدم کو '' ۴

جنات کا درجہ فرشتوں سے کم ہے، فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم ہوا تھا، جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا محکوم بنایا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کام کیا کرتے اور جس چیز کا حضرت سلیمان علیہ السلام حکم فرماتے اُس کو بنا کر پیش کیا کرتے تھے۔ ۵

یہ غلط ہے کہ ان کو غیب کا علم ہوتا ہے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوگئی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو کام سپرد کیا تھا جس کی نگرانی وہ خود فرمایا کرتے تھے، یہ جنات اسی کام میں مصروف رہے، جب بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان (علیہ السلام) کی وفات بھی ہوچکی ہے تو افسوس سے کہا '' اگر غیب جانتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے '' ۶

---

۱ سورۃ الانبیاء : ۲۸ ۲ سورۂ سبا : ۲۳،۲۲ ۳ سورۃ المومن : ۷ ۴ سورہ بقرہ : ۳۴
۵ سورۂ سبا : ۱۳ ۶ سورۂ سبا : ۱۴

ان ہی کا ایک سربرآوردہ وہ تھا جس کو ابلیس کہا جاتا تھا، یہ جو حکم ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں، ابلیس نے اس کی تعمیل سے سرتابی کی، اس کا پندار[1] یہ تھا کہ اِس کا جوہر آدم علیہ السلام کے جوہر سے بہتر ہے حالانکہ عنداللہ مدارِ عظمت جوہر نہیں، جوہر سب مخلوق ہیں، مخلوق ہونے میں یکساں ہیں عنداللہ مدار عظمت ہے اطاعت، بندگی، عجز وانکسار، وفاداری اور وفا شعاری، ابلیس اس پندار کی بنا پر راندۂ درگاہ[2] کیا گیا اور ہمیشہ کے لیے مستحقِ لعنت قرار دیا گیا ہے، یہ ہے ملائکہ کے متعلق قرآنی تصریحات اِن کو ماننا ایمان بالملائکہ ہے۔

خلاصہ :

(الف) اللہ پر ایمان لانا اور توحید یعنی یہ ماننا کہ ہمارا اور پوری کائنات کا پیدا کرنے والا ایک اور صرف ایک ہے، وہ نرالا ہے اُس کا نہ کوئی شریک ہے نہ اُس کا مثل اور ہمسر، نہ وہ والد ہے نہ مولود، پوری کائنات اُس کے حکم سے وجود میں آئی وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، وہ علیم وخبیر صاحبِ حکمت اور قادرِ مطلق ہے، عبادت صرف اُسی کی ہونی چاہیے کیونکہ وہ رَبِّ النَّاسْ ہے ''تمام انسانوں کی پرورش کرنے والا'' لہٰذا اُسی کا حق ہے کہ وہ مَلِكِ النَّاسْ ''سب کا بادشاہ'' ہو، صرف اُسی کا حق ہے کہ اِلٰهِ النَّاسْ ہو یعنی ''سب کا معبود''۔

(ب) انسان کا کوئی عمل، کوئی فعل تاثیر سے خالی نہیں، ہر ایک عمل کی اچھی یا بری تاثیر ضرور ہے اُسی پر جزاء وسزا ہوتی ہے لہٰذا ہر عمل کا حساب ہوگا یہ حساب اور چکوتی[3] کا دن وہ ہے جسے روزِ جزا، یوم آخر، یوم دین یا قیامت کا دن کہا جاتا ہے اس حساب اور جزا وسزا کے لیے اوّل سے آخر تک تمام انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے وہ میدانِ حشر ہے، حساب کے بعد اچھے اور برے انسانوں کو الگ الگ چھانٹ دیا جائے گا، اچھوں کا مقام جنت ہوگا اور بروں کو جہنم رسید کیا جائے گا۔

(ج) اللہ کی بے شمار مخلوقات میں سے ایک مخلوق وہ ہے جسے مَلَكْ یا فرشتہ کہتے ہیں ان کی گنتی صرف اللہ ہی کو معلوم ہے ان کی پیدائش نور سے ہوئی اور اس طرح ہوئی کہ ان میں گناہ کا مادّہ

---

[1] خیال، رائے، غرور [2] درگاہ سے دھتکارا ہوا [3] فیصلہ

ہی نہیں ہے اسی لیے وہ معصوم ہیں وہ وہی کرتے ہیں جس کا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے وہ نافرمانی یا حکم عدولی کر ہی نہیں سکتے۔

(د) دیوی، دیوتا کوئی چیز نہیں ہے، چار فرشتے خاص حیثیت رکھتے ہیں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، مگر اِن میں سے پوجا کے لائق کوئی بھی نہیں، انسان کا درجہ ان سے بلند ہے کیونکہ ان سب کو حکم ہوا کہ اَبوالبشر (یعنی تمام انسانوں کے والد بزرگوار) حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں سب نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اُن کو اپنا قبلہ بنایا۔

(ھ) خدا کی ایک اور مخلوق ہے وہ بھی نظر نہیں آتی وہ آگ سے بنی ہے اُس کو ''جن'' کہتے ہیں وہ بھی انسان کے تابع ہے، شیطان اسی مخلوق میں سے تھا اُس نے حکم عدولی کی کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا لہٰذا اس کو ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ کر دیا گیا اُس پر ہمیشہ لعنت ہوتی رہی گی۔

(و) جس طرح انسان کی دنیا انسان کے عمل سے بنتی بگڑتی ہے، ایسے ہی آخرت بھی انسان کے عمل سے بنتی یا بگڑتی ہے، دنیا میں بننے یا سنورنے کو ہم دیکھ لیتے ہیں لیکن آخرت کے لحاظ سے ہمارے عمل کا اثر کیا ہوتا ہے، کس عمل سے آخرت بگڑتی ہے اور کس سے سنورتی ہے اِس دنیا میں ہم اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے، نہ کوئی مرنے والا آج تک واپس آیا ہے کہ اُس کے تجربہ سے فائدہ اُٹھایا جا سکے حالانکہ آخرت کے بگاڑ یا سنوار کا علم ضروری ہے کیونکہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ جس طرح اُس نے انسان کی موجودہ زندگی گزارنے اور اُس کا اچھا یا برا بنانے کے طریقے بتائے اِسی طرح اُس نے آخرت کے متعلق بھی تعلیم کا ایک سلسلہ قائم فرما دیا، تعلیم کے لیے کتابیں نازل کیں جن کو آسمانی کتابیں کہا جاتا ہے جن میں سے مشہور کتابیں یہ ہیں توریت، زبور، انجیل اور آخری کتاب قرآن مجید، اسی سلسلہ تعلیم کو ''نبوت'' کہتے ہیں اور اِسی سلسلہ کو ماننا نبوت پر ایمان لانا ہے اِس کو ''ایمان بالکتاب'' بھی کہتے ہیں اس سلسلہ کے معلّمین انبیاء علیہم السلام ہیں اور اس جن انبیاء پر کوئی کتاب بھی نازل ہوئی اُن کو ''رسول'' کہا جاتا ہے۔ (جاری ہے)

﴿ سلسلہ تقاریر نمبر۱۲ ﴾

''خانقاہِ حامدیہ'' کی جانب سے اَنوارِ مدینہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے حضرتؒ کے متوسلین وخدام سے اِلتماس ہے کہ اگراُن کے پاس حضرتؒ کی تقاریر ہوں تواِدارہ کواِرسال فرما کرعندالناس مشکوراورعنداللہ ماجورہوں۔(اِدارہ)

مشکلات کا حل

﴿ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

غازی پورشہر کے ٹاؤن اسکول کے میدان میں جمعیۃ علماءِ ہند کے زیرِاہتمام ایک عظیم الشان جلسہ جون ۱۹۵۴ء میں منعقد ہوا تھا جس سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے خطاب فرمایا اور تقسیم ہند کے بعد ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کو ہندوؤں کے مقابلہ میں بزدلی کے بجائے ڈٹ جانے کا حوصلہ دلایا، حضرتؒ کی تقریر کے اہم اقتباسات نوٹ کر لیے گئے تھے جو ماہنامہ تذکرہ دیوبند کے شکریہ کے ساتھ ماہنامہ انوارِ مدینہ کے صفحات کی زینت بن رہے ہیں

مسلمانوں کو مشکلات اور پریشانیوں سے گھبرانا نہیں چاہیے درحقیقت مشکلات ہمارے سامنے ہیں مگر یہ کوئی چیز نہیں ہے اسلام نے مشکلات و مصائب کے وقت جو تعلیم ہمیں دی ہے اُس پر سختی سے عمل کرنا چاہیے، کسی طرح بھی یہ درست نہیں کہ مایوس ہوکر پریشانی میں مبتلا ہو جائیں۔

﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾[1]

---

[1] سُورۃ الانفال : ۲۶

قرونِ اوّل کے تھوڑے مسلمان ایسے قوی مضبوط ہوتے تھے کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں پر غالب تھے، انگریز اس ملک میں دوسو برس تک حکمرانی کرتا رہا حالانکہ وہ صرف چار کروڑ تھا اور ہم چالیس کروڑ، باوجودیکہ وہ اقلیت میں تھا اُس کے پاس اس قدر ساز و سامان تھا کہ دوصدی تک ہندوستان پر حکومت کرتا رہا خداوندِ کریم نے مکہ کے مسلمانوں کو ٹھکانہ دیا جبکہ مکہ میں ان کی زندگی دوبھر ہو رہی تھی وہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر گئے اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا اور مدینہ والوں کو ان کا بہترین محافظ بنا دیا مدینہ کے لوگ آکر سرکارِ دو عالم ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لائیں ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنے بچوں کی۔

بدر کے میدان میں تین سو مسلمانوں کو جن کے پاس گنے چنے چند ہتھیار تھے اللہ تعالیٰ نے فتح یاب کیا جبکہ ان کے مقابلہ میں جنگجو سپاہیوں کی کثیر تعداد تھی، ایک ہزار دشمنوں کے مقابلہ میں تین سو کی تعداد تھی کیا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کو محفوظ ہی نہیں بلکہ غالب کیا، اسی جنگ میں دشمن کے ستر سردار مقتول اور ستر قید ہو جاتے ہیں اور اس قدر زخمی ہوتے ہیں کہ ان کی ہمتیں پست ہو جاتی ہیں، مسلمان مکہ چھوڑ کر اِس حال میں مدینہ پہنچتے ہیں کہ ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں بھوکے تھے روپیہ اور سامان نہیں لے جا سکتے تھے، فقط اپنی جان لے کر مدینہ جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی مدد کی، رسول اللہ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کے ساتھ مدینہ کے انصار کا بھائی چارہ کرا دیا، یہ رشتہ ایسا مستحکم ثابت ہوا کہ انصار نے اپنے باغ کا آدھا حصہ کر کے مہاجرین کو دے دیا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میری دو بیویاں ہیں ان میں جو پسند ہو آپ لے لیجئے اُسے میں طلاق دے دوں گا حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال و دولت میں برکت دے مجھ کو بازار کا راستہ بتاؤ، انہوں نے ایک ہی دن میں بازار جا کر خرید و فروخت کی، اللہ تعالیٰ نے برکت دی شام لوٹتے ہیں تو نفع کی رقم بھی پاس ہے اور مال بھی انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں مالدار ہو کر شادی کر لی دیکھئے اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی کس طرح مدد کی۔

یاد رکھیے ! موت سے ڈر کر بھاگنا درست نہیں، پاکستان میں یوپی اور بہار کے لوگ

ہندوستان چھوڑ کر جا بسے، مغربی پنجاب میں گئے لیکن آج یہ ہو رہا ہے کہ ہر بنگالی غیر بنگالی کا دشمن ہے، مغربی پاکستان اور سندھ کا مسلمان صوبائی تعصب میں مبتلا ہے یہاں یہ حالت ہے اور مدینہ والوں کا یہ حال تھا کہ مکہ والوں پر فدا ہوتے تھے۔

ایک بڑا انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ جب سے دنیا بنی ہے اُس وقت سے آج تک کی تاریخ کے صفحات اُلٹنے کے بعد ہم ایسی کوئی تاریخ نہیں پاتے کہ ایسی ہمدردی جیسی حضرت محمد ﷺ کے سامنے والوں نے مہاجرین کے ساتھ کی تھی کی گئی ہو، مدینہ والوں نے تمام سامان باہر سے آنے والوں کی خدمت میں آسائش کے لیے مشترک کر دیا تھا۔

میرے بھائیو ! اللہ سے تعلق پیدا کرو اور اُسی سے مدد طلب کرو نماز قائم کرو ﴿اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ [1] ''جب تمہاری کسی سے مڈبھیڑ ہو جائے تو دو باتیں کرو، جم کر مقابلہ کرو قدم پیچھے مت ہٹاؤ اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو۔''

مسلمانو ! خدا کی تعلیم پر عمل کرنے میں اگر جان جانے تک کی نوبت آجائے تو پروا مت کرو تم تھوڑے تھے کمزور سمجھے جاتے تھے اور خود ڈرتے تھے خدا نے تم پر احسان کیا، تم کو ٹھکانا دیا اپنی مدد سے تمہیں قوی بنایا اور تم کو اچھی اچھی چیزیں دیں تاکہ تم خدا کا شکر ادا کرو، پھر کیا ہوا، مسلمان دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا اسی کا نتیجہ تھا کہ ''رسول اللہ'' ﷺ کا جب ''وصال'' ہوا ہے تو مسلمانوں کی مردم شماری صرف ''چار لاکھ'' تھی آج مسلمانوں کی تعداد ''چالیس کروڑ'' کے لگ بھگ ہے، یہ تعداد تشدد کے ذریعہ نہیں بڑھی زبردستی لوگ مسلمان نہیں کیے گئے بلکہ ہمارے بزرگوں کے اخلاقِ کریمانہ اور عملِ صالح نے دنیا کے گوشہ گوشہ میں اسلام کے ماننے والے پیدا کیے۔

ایمان باللہ پر یقین اور اس کی حکمت پر تمام کاموں کا یقین اور عملِ صالح، ان شرطوں پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم رُوئے زمین کی حکومت اور خلافت دے دیں گے اور تمہارے لیے کوئی خوف باقی نہیں رہ جائے گا اور کوئی مسلمان غیر مسلم سے نہیں ڈرے گا بلکہ غیر مسلم مسلمانوں سے ڈریں گے۔

---

[1] سُورۃ الانفال : ۴۵

یہ سن کر منافقین نے مذاق اُڑایا اور کہا کہ کس طرح رسول اللہ (ﷺ) رومیوں اور پارسیوں اور دوسری بڑی قوموں کی بادشاہت کو زیر کر سکتے ہیں ! آنحضرت ﷺ نے بشارت دی کہ تم روم فتح کرلو گے تو وہ مذاق اُڑاتے تھے مگر آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کو پورا کیا، غور فرمائیے کہ کتنے تھوڑے لوگ تھے اور بے سروسامان تھے مگر اللہ تعالیٰ نے بادشاہت عطا کی، مسلمانوں کا ان چیزوں کو بھول جانا غلطی ہے، آج ہم خدا کو بھول چکے ہیں اور اُس کے رسول کی سنت پر عمل کرنا چھوڑ چکے ہیں ذرا ذرا سی بات پر گھبراتے ہیں ہندوستان میں پہنچ کر تمہاری تعداد دس کروڑ تک پہنچ جاتی ہے جس وقت انگریز نے ہندوستان تقسیم کرایا ہندوستان کی آبادی چالیس کروڑ تھی دس کروڑ سے زیادہ مسلمان تھے تم نے آٹھ سو برس تک ہندوستان میں حکومت کی ہے جس قوم نے اتنے عرصہ تک اس ملک پر حکومت کی ہو اُس کو اِسی ملک میں گھبرانا نہ چاہیے.... اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے اسی ملک میں رہتے ہو اور سراسیمگی اور اکثریت کا خوف طاری رہتا ہے یہ اللہ پر توکل کے خلاف بات ہے۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جمعیۃ علماء نے ہمیشہ تمہاری رہنمائی کی ہے یہی وہ جماعت ہے جس نے برابر حق بات تمہارے کانوں تک پہنچائی ہے۔ جس قدر ممکن ہو اللہ سے اپنا تعلق قائم کرو، امن وامان سے رہو خداوند کریم ہماری حفاظت کرے گا، ایسی کتنی ہی مصیبتیں تم پر آچکی ہیں اور آتی رہیں گی لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، پنجاب میں قادیانی تحریک چلی جس میں مسلمانوں کا ہی نقصان ہوا آج تم اعمالِ صالحہ کو ترک کر کے گھبراتے ہو اور راہِ فرار اختیار کرتے ہو، اسلام یہ نہیں سکھاتا وہ تو ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی اور امن وامان کی تلقین کرتا ہے، اسلامی تعلیم تو یہ ہے کہ اگر تمہارے اُوپر کوئی ظلم کرتا ہے تو امن وامان کی تلقین کرو اور صبر سے کام لو، اسلام کی ابتدا ہی سے مشکلات کا آغاز ہوا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر سختی سے عمل کرو اور ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ مشقتوں کا جھیل لینا اور نہ گھبرانا مومن کی شان ہے خدا کی رحمت سے مایوس ہونا کفر کی بات ہے مدد جب ہی کی جاتی ہے جب کسی قسم کی تکلیف ہوتی ہے اور اگر پھولوں کی سیج پر ہوں تو پھر مدد کی ضرورت ہی کیا، یاد کرو خدا تعالیٰ نے تمہاری مدد بدر میں کی، اُحد میں کی اور خندق میں کی، اُحد کی لڑائی میں مسلمان صرف

سات سو تھے خندق میں چار سو تھے اور دشمن بارہ سو کی تعداد میں ، تین لاکھ رومیوں کے مقابلہ میں مسلمان صرف اَسی ہزار تھے مگر فتح یاب ہوئے قادسیہ کے میدان میں جبکہ تم تھوڑی تعداد میں تھے اللہ کی مدد سے کامیاب ہوئے۔

مگر بھائیو ! تم سامان کی کمی ، دولت کے نہ ہونے ، اپنی قلت اور بے بسی کو دیکھ کر گھبراتے ہو یہ درست نہیں ہے ، خدا اگر تم سے راضی ہے اور مددگار ہے تو تم کسی طرح بے بس اور بے کس نہیں ہوسکتے ، ہاں اگر تم نے خدا ہی کو بھلا دیا تو تم ختم ہو جاؤ گے ، دیکھو خداوندِ کریم نے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا اب تم عملِ صالح اختیار کرو ، ایک اور نیک ہو جاؤ ، اپنوں اور غیروں سے بھی لڑائی اور جھگڑا مت کرو ﴿اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرو ، جھگڑا مت کرو ، اور اگر تم نے ایسا ہی کیا تو یاد رکھو تمہاری بندھی ہوئی ہوا اُکھڑ جائے گی ۔ تین چیزیں یاد رکھو ، جھگڑا لڑائی نہ کرو اور اُس کے رسول ﷺ کی تابعداری کرو ، صبر اور برداشت کرو ، خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اس لیے اگر تمہارے ساتھ ہو گیا تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتی ، سوچو تو سہی خدا تعالیٰ نے تمہاری انتہائی بے سروسامانی کے باوجود تم کو رُوئے زمین کی بادشاہت دی ، ایک دو دن نہیں ایک دو برس نہیں بلکہ آٹھ سو سال تک تم نے اِس ملک پر حکمرانی کی ہے اس کے علاوہ بڑے بڑے ملک تمہاری بادشاہت میں رہے ہیں لیکن کبھی اس پر بھی غور کیا کہ تمہاری گراوٹ کا سبب کیا ہے ؟ بجز اِس کے دوسرا کوئی سبب نہیں کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے دامن اور محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو چھوڑ دیا۔

مگر میرے بھائی ! مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیے اور اپنے اندر خوف و ہراس نہ ہونا چاہیے اسی ہندوستان میں بہت سی اقلیتیں مثلاً سکھ ، عیسائی پارسی ، یہودی ، بدھ مذہب والے اور پہاڑی قومیں بھی بستی ہیں ، یہ سب کی سب ہندو نہیں ہیں ، جس قدر تم ڈرپوک بنتے جا رہے ہو ، یہ قومیں نہیں ہیں سوچنے کی بات ہے تمہارے برابر کوئی اقلیت نہیں ہے ، تم سب سے زیادہ تعداد میں ہو پھر کیا وجہ ہے کہ دوسری اقلیتیں اپنے اندر اطمینان محسوس کرتی ہیں تجارتی میدان میں ترقی کر رہی ہیں اور تم احساسِ کمتری کے پورے طور پر شکار بنتے چلے جا رہے ہو ۔ اگر کوئی ڈراتا ہے یا تمہیں دھمکیاں دیتا ہے تو گھبراؤ نہیں ،

اگر کوئی فرقہ واریت پھیلاتا ہے یا بے ایمانی کی باتیں کرتا ہے تو تمہیں اپنی جگہ ہوش وحواس گم نہ کرنا چاہیے، مضبوطی کے ساتھ قائم رہو اور اگر کوئی لڑنے کے لیے آئے تو پہلے تو اُس کو سمجھاؤ اور اگر نہ مانے تو بھاگنے کی ضرورت نہیں دفاع کرو، برابر کا جواب دو، ڈٹے رہو اور اپنی طرف سے کبھی ابتداء نہ کرو، اگر سمجھانے کے بعد بھی وہ نہیں سمجھتا ہے تو ڈٹ کر مقابلہ کرو اور چھٹی کا دُودھ یاد دلا دو۔

جمعیۃ علماءِ ہند مسلمانوں کو ہندوستان میں باعزت مقام دلانے کے لیے برابر کوشش کرتی رہی ہے اس نے ہمیشہ مسلمانوں کی پشت پناہی کی ہے اور صحیح معنوں میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے، جھگڑوں کے دفاع کے واسطے اس نے کوشش کی اور اسی طرح کے بہت سے مسائل کو حل کیا۔

حکومت نے حاجیوں کے اُوپر ایک نیا ٹیکس قائم کیا چنانچہ علماءِ ہند نے قانونی حیثیت سے برابر کوشش کی آخر کار اس کی کوششوں سے نتیجہ نکلا اور حاجیوں کے اُوپر سے حکومت نے انکم ٹیکس سرٹیفکیٹ کا بوجھ اُٹھالیا۔

اس وقت ہم کو تعلیم کی بہت زیادہ ضرورت ہے حکومت کسی مذہب کی تعلیم دلانے کی ذمہ دار نہیں ہوسکتی وہ صرف دنیاوی تعلیم کی ذمہ دار ہے، ایسے حالات میں بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہے جمعیۃ علماء مسلسل اس بات کی کوشش کر رہی ہے کہ کسی طرح مسلمان بچوں کو دینی تعلیم کا معقول انتظام ہوجائے چنانچہ اس سلسلہ میں اُس نے ایک نصاب بھی تیار کر لیا ہے جس کی کتابیں تیار ہو چکی ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حالات کا جائزہ لیں اور اپنے وطن میں باعزت زندگی گزارنے کے اسباب مہیا کریں۔

مسلمانو ! آپس کے نفاق کو مٹا ڈالو، ایک ہو کر دین کو ترقی دو، کم ہمتی اور بزدلی کو پاس مت پھٹکنے دو، خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے نیک کام کرو اور اسی کی فرمانبرداری کرو، جو کام کرو اُس کی خوشنودی کے لیے کرو تاکہ دنیا و آخرت دونوں جگہ امن اور عافیت نصیب ہو تو اِنشاء اللہ کوئی دشمن مغلوب نہیں کر سکتا ہم نے خدا کو چھوڑ دیا تو خدا نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا، تمہیں قوی القلب ہونا چاہیے، آپس میں صلح اور اتفاق سے رہو اور غیروں سے نیک برتاؤ کرو وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ .

۞ ۞ ۞

قسط : ۱۵

تبلیغِ دین

﴿ حجة الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمة اللہ علیہ ﴾

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا ! اِس زمانے میں اَجزائے دین میں سے اَخلاقِ حسنہ کو عوام نے اِعتقادًا اور خواص نے عمدًا چھوڑ دیا ہے اِس سے جو مفاسدِ دینیہ اور دُنیویہ پیدا ہو رہے ہیں اُس کا یہی علاج ہے کہ اِس کی تعلیم اور اِس کی تنبیہ کی جائے چنانچہ سلف نے اِس میں مختلف و متعدد کتابیں لکھی ہیں اُن سب میں جامع اور آسان تصنیف حجة الاسلام حضرت اِمام غزالی رحمة اللہ علیہ کی ہے ، اُن میں رسالہ ''اَربعین''، یعنی ''تبلیغ دین'' مختصر اور آسان ہے اَکابرین خصوصیت کے ساتھ اپنے مریدین کو اِس کتاب کے پڑھنے کا اِرشاد فرماتے تھے اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا عاشق اِلٰہی صاحب رحمة اللہ علیہ کو کہ اُنہوں نے اِس کتاب کا اُردو ترجمہ نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ظاہر اور باطن کی اِصلاح کی توفیق عطا فرمائے اور اِس کو نافع اور مقبول بنائے ، خانقاہِ حامدیہ کی طرف اِسے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (اِدارہ)

مذموم اخلاق کی تفصیل اور طہارتِ قلب کا بیان

(۵) پانچویں اصل ...... بخل اور مال کی محبت کا بیان :

بخل بھی ایک بڑا مہلک مرض ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمت میں بخل کرتے ہیں وہ اِس کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ اُن کے لیے نہایت برا ہے کیونکہ جس میں بخل کریں گے اُس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا اور نبی کریم علیہ الصلوٰ والسلام فرماتے ہیں کہ

اپنے آپ کو بچاؤ بخل سے کہ اِس نے پہلی اُمتوں کو ہلاک کر دیا ہے۔

پس مسلمان کے شایانِ شان نہیں کہ بخل کرے اور جہنم میں جاوے اور چونکہ بخل درحقیقت مال کی محبت ہے اور مال کی محبت قلب کو دنیا کی طرف متوجہ کر دیتی ہے جس سے اللہ کی محبت کا علاقہ ضعیف و کمزور ہو جاتا ہے اور بخیل مرتے وقت حسرت بھری نظروں سے اپنا جمع کیا ہوا محبوب مال دیکھتا اور جبراً قہراً آخرت کا سفر کرتا ہے اس لیے اس کو خالق جل جلالہ کی ملاقات محبوب نہیں ہوتی اور حدیث میں آیا ہے کہ ''جو شخص مرتے وقت اللہ کی ملاقات کو پسند نہ کرے وہ جہنمی ہے۔''

جس شخص کے پاس مال نہ ہو وہ بخیل تو نہیں ہے مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اُس کے قلب میں مال کی محبت ہو اور اس آرزو میں ہو کہ کاش مالدار ہو جائے، اسی طرح بعض اہلِ ثروت سخی ہوتے ہیں مگر چونکہ سخاوت سے ان کو محض اپنی شہرت اور مدح مقصود ہوتی ہے اس لیے ان پر اگرچہ بخل کی تعریف صادق نہیں آتی مگر حبِ مال کا مضمون ضرور صادق آتا ہے پس بخل کے علاج کے ساتھ حبِ مال کا بھی علاج ہونا چاہیے، یاد رکھو کہ مال کی محبت اللہ کے ذکر سے غافل بنا دیتی ہے یہ مال مسلمانوں کے لیے بڑا فتنہ ہے رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ جب انسان مرتا ہے تو فرشتے پوچھتے ہیں کہ کیا چھوڑا ؟ پس اگر زندگی میں مال خرچ کر کے آخرت کا کچھ ذخیرہ جمع کر لیا تھا تو مرتے وقت خوش ہوگا کہ بھیجا ہوا مال وصول کرنے کا وقت آگیا ورنہ رنجیدہ ہوگا اور اس پر مرنا بہت ناگوار گزرے گا۔ روپیہ کا بندہ تباہ ہو سرنگوں (شرم سے سر جھکائے ہوئے) ہو اُس کو کانٹا چبھے تو نکالنے والا نہ ملے، یہ حدیث کا مضمون ہے اب تم ہی سوچو کہ جس کو رسولِ مقبول ﷺ ایسی بددعا دیں اُس کا کہاں ٹھکانہ ؟

فصل :

مال مطلقاً مذموم نہیں ہے اور مذموم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے کہ ساری مخلوق جسم کے گھوڑے پر سوار ہو کر سفرِ آخرت طے کر رہی ہے اور سواری کو اس مسافر خانہ دنیا میں گھاس دانہ کی ضرورت ہے اور وہ مال کے بغیر نہیں مل سکتا کیونکہ جب تک پیٹ نہ بھرے اُس وقت تک عبادت

نہیں ہوسکتی لہٰذا قوت وحیات قائم رکھنے کی مقدار کے موافق حاصل کرنا ضروری ہوا۔

ضرورت سے زائد مال کے مضر ہونے کی وجوہات :

البتہ اِس سے زیادہ مال و متاع ہلاکت کا سامان ہے کیونکہ مسافر بقدرِ ضرورت ہی توشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور جہاں بوجھ زیادہ ہوا تو سفر کرنا بھی اس کو مشکل پڑ جاتا ہے، رسولِ مقبول ﷺ نے فرمایا تھا کہ اے عائشہؓ مجھ سے ملنا ہو تو اُتنی ہی دنیا پر قناعت کرو جتنا مسافر کا توشہ ہوتا ہے کہ جب تک پیوند نہ لگ جایا کرے اُس وقت تک کرتا نہ اُتارا کرو، الٰہی محمد (ﷺ) کے متعلقین کی معاش بقدرِ کفایت ہی رکھیو اور زیادہ نہ دیجیو ورنہ ہلاک ہو جائیں گے۔

ضرورت سے زیادہ مال جمع کرنا تین وجہ سے مضر ہے :

اوّل : مال کی وجہ سے معصیت پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور قدرت کے ہوتے ہوئے صبر کرنا اور گناہ سے بچنا بہت دشوار ہے اور جب ضرورت سے زیادہ مال ہی نہ ہوگا تو ظاہر ہے کہ گناہ پورا نہ ہو سکے گا۔

دوم : اگر متمول شخص عابد و زاہد بھی ہو اور مباح ہی لذتوں میں پیسہ خرچ کیا تب بھی اِتنا نقصان اس کو ضرور پہنچا کہ اُس کے جسم نے چونکہ لذیذ نعمتوں سے پرورش پائی اس لیے لذتوں کا خوگر ہوگیا اور مال کو چونکہ پائیداری نہیں ہے اس لیے اپنی عادتوں کے نباہنے کو مخلوق کا محتاج بنا رہے گا اور کیا عجب ہے کہ ظالموں اور فاسقوں کے سامنے ہاتھ پھیلانا یا ان کی چاپلوسی کرنی پڑے تاکہ جن لذتوں کا عادی ہوگیا ہے وہ مرتے دم تک حاصل ہوتی رہیں اور جب یہ ہوا تو اب نفاق، جھوٹ، ریا، عداوت، بغض اور حسد سب ہی ظاہر ہوں گے اس لیے جناب رسولِ مقبول ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور جب ضرورت سے زیادہ پیسہ میسر ہی نہ ہو تو مباح چیزوں کا مزہ بھی منہ کو نہ لگے گا۔

سوم : وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت ہو جائے گی کیونکہ کاشتکاروں، محرروں اور

ملازموں کی نگرانی اور شریکوں سے حساب کتاب کرنے اور ترقی کے اسباب فراہم کرنے کی تدبیروں میں ایسی مشغولیت ہوگی کہ اصل سعادت یعنی ذکر الٰہی کا وقت ہی نہ مل سکے گا، اوّل روپیہ کی تحصیل اور وصولیابی پھر اُس کی حفاظت و نگہبانی اور پھر اس کا نکالنا اور کسی کام میں لگانا یہ سب دھندے قلب کو سیاہ کرنے والے ہیں جس سے نورِ بصیرت جاتا رہتا ہے اور جب ضرورت سے زیادہ مال ہی نہ ہوگا تو یہ تفکرات و تخصمات (جھگڑے) بھی پیش نہ آئیں گے۔

ضرورت کی تحدید اور کفایت کی حقیقت :

اب معلوم کرنا چاہیے کہ ضرورت کس چیز کا نام ہے بقدرِ کفایت کس قدر مال کو کہتے ہیں ؟ کیونکہ یوں تو ہر شخص کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہوجائے یہاں تک کہ اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی مل جائے تب بھی یہ سمجھتا ہے کہ میری ضرورتوں کو کافی نہیں ہے اس لیے جاننا چاہیے کہ فرضی ضرورتوں کا اعتبار نہیں ہے اور واقعی ضرورت انسان کو صرف پیٹ بھرنے بدن ڈھکنے کی ہے، پس اگر زینت و تجمل کا خیال نہ ہو تو سال بھر کے جاڑے گرمی کے لیے دو دینار کافی ہیں جن میں موٹے کپڑے جو گرمی و سردی رفع کرسکیں باآسانی تیار ہوسکتے ہیں اور کھانے میں شکم سیری اور چٹوراپن اگر چھوڑ دیا جائے تو ایک مُد روزانہ کے حساب سے سال بھر میں پانچ سو مُد اناج اور کبھی کبھی معمولی دال ترکاری کے لیے ارزانی کے موسم میں تخمیناً تین دینار کافی ہیں، اب حساب لگاؤ کہ کتنے نفر کا نفقہ تمہارے ذمہ ہے پس محنت مزدوری سے اِسی مقدار کے موافق اپنا اور اپنے اہل و عیال کا نفع روزانہ حاصل کرو اور خرچ کر ڈالو، باقی سارا وقت اللہ کی یاد میں خرچ کرو۔ اور اگر اس سے زیادہ کماؤ گے اور جمع کرو گے تو دنیا دار اور مالدار سمجھے جاؤ گے اور اگر کوئی زمین جائیداد جس کی سالانہ آمدنی مذکورہ مقدار کے موافق ہو جائے اس نیت سے خرید لو کہ روزانہ کسب اور محنت مزدوری سے سبکدوش ہو کر اطمینان کے ساتھ اللہ اللہ کرسکو گے تو فی زمانہ اِس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ جائیداد کا خریدنا اور زمین و مٹی میں روپیہ لگانا اُس وقت ناجائز ہے جبکہ دنیا طلبی کے لیے ہو کہ عزت و جاہ میں ترقی یا زمیندار بننے کی دل میں

خواہش ہو اور مذکورہ صورت میں چونکہ دین ہی کا حاصل کرنا مقصود ہے اس لیے یہ اُس ممانعت سے خارج ہے جو رسولِ مقبول ﷺ نے فرمائی ہے (تم جائیداد حاصل نہ کرو کہ دنیا سے محبت کرنے لگو)۔ اس کے ساتھ ہی اس کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے کہ طبائع اور ہمتیں مختلف ہوتی ہیں ممکن ہے کہ بعض لوگ مذکورہ قدرِ کفایت پر قناعت نہ کر سکیں لہٰذا اُن کے لیے اِس سے دو چند کی بھی اجازت ہے کیونکہ دین میں تنگی نہیں ہے البتہ اس زیادتی میں نیت یہی ہونی چاہیے کہ چونکہ تخفیف میں مشقت پیش آتی ہے اور عبادت میں اطمینان نہیں ہوتا اس لیے ہم کو بااطمینانِ قلب یادِ حق میں مشغول رہنے کے لیے زائد خرچ کی ضرورت ہے نہ کہ تلذذ اور تنعم (مزہ پانا، نعمت میں رہنا) کے لیے، بس اس سے زیادہ جو کوئی جمع کر کے رکھے وہ دنیا دار ہے اور اُس کو مال کی محبت ہے جو اُس کا دین برباد کرنے والی ہے۔

یاد رکھو کہ مال جمع کرنے والوں کی غرض مختلف ہوتی ہے یا تو یہ کہ مزے آئیں گے یا لذتیں پائیں گے اور یا یہ کہ موقع اور وقت پر آئندہ صدقات و خیرات کریں گے اور زیادہ دُور اندیشی اور اس مصلحت کے لیے جوڑ کر رکھتے ہیں کہ اگر کسی وقت افلاس آ گیا یا محنت مزدوری نہ ہو سکی یا فاقہ کشی کی نوبت آئی تو یہ پسماندہ پونجی کام آئے گی حالانکہ یہ تینوں نیتیں درست نہیں ہیں کیونکہ تلذذ اور تنعم تو اللہ سے غافل بنانے والی ہے اور خیرات کی نیت سے مال جمع کرنے کی بہ نسبت تو بہتر یہ ہے کہ مال ہی پاس نہ ہو، اب رہا آئندہ کے لیے مال جمع کرنا جس کا نام دُور اندیشی ہے سو وہ تو کوئی چیز ہی نہیں کیونکہ اگر تقدیر میں فاقہ کشی اور مصیبت لکھی ہے تو اس مال کی بدولت ٹل نہیں سکتی اور نیز جس طرح آفت ناگہانی کی طرف سے اطمینان نہیں اسی طرح اس بات سے بھی نااُمیدی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق پہنچائے جہاں گمان بھی نہ جاتا ہو اور بھلا اِس بدگمانی کا موقع ہی کیا ہے کہ شاید کسی وقت میں اللہ تعالیٰ رزق بند کر لے اور فاقہ کرائے، غلام کو اپنے آقا کے ساتھ نیک گمان رکھنا چاہیے نہ کہ گمانِ بد، اس کے علاوہ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ اِس کی ہوس کرنا کہ تمام عمر مالدار یا تندرست ہی رہیں اور کسی وقت بھی کسی قسم کی مصیبت یا رنج ہم کو نہ پہنچے اچھی بات نہیں ہے۔

فراخ دستی و آرام کی زندگی کو بہتر خیال کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے اس لیے کہ مصیبتوں اور

پریشانیوں کی بدولت بندوں کو بڑے بڑے درجے ملتے ہیں اِسی سے قلب کی صیقل (صفائی) ہوتی ہے اسی سے گناہ معاف اور وہ فائدے حاصل ہوتے ہیں جن کا حاصل ہونا آسان نہیں تھا یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ پریشانیاں انبیاء علیہم السلام پر آئیں کہ جس کے ساتھ جتنی مناسبت ہوئی اُسی نسبت سے اُس کو پریشانیاں اور مصیبتیں بھی اُٹھانی پڑیں۔

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والا ہے اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے خوب واقف ہے پس تم کو جس حال میں بھی رکھے گا تمہارے لیے اُسی میں بھلائی ہوگی لہٰذا اپنی طرف سے راحت کو اپنے لیے انتخاب کرنا اور اِس ہوس میں آنے والی مصیبت کے لیے ذخیرہ جمع کرنا گویا اپنا انتظام اپنے ہاتھ میں لینا اور اپنے انتخاب کو انتخابِ خداوندی پر ترجیح دینا ہے جو سراسر غلط ہے، علاوہ ازیں یہ بھی قابلِ غور ہے کہ قبل از مرگ واویلا کرنے سے فائدہ کیا اور آئندہ کی دُنیوی زندگی یعنی بڑھاپے یا ضعیفی کے زمانہ کی فکر سے نتیجہ کیا ؟ نہ تم اس فکر کے لیے پیدا ہوئے اور نہ تمہارے فکر کرنے سے تمہارا رزق جو مقدر ہو چکا ہے کم یا زیادہ ہو سکتا ہے، تم تو آخرت کے مسافر ہو اور اسی کا سامان فراہم کرنے کے لیے دنیا میں بھیجے گئے ہو پس اس کی فکر کرو دنیا کی پرواہ بھی نہ کرو کہ کتنی ملتی ہے اور کیونکر گزر رہی ہے۔

فصل :

کفایت کی مقدار کا جو حساب ہم نے بیان کیا ہے وہ چونکہ تخمینی ہے اس لیے لوگوں کی طبیعتوں، حالتوں اور موسم کی ارزانی وگرانی کے اختلاف سے اِس میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، ہمارا مقصود یہ ہے کہ مال کو دوا کی مثل سمجھو کہ بقدرِ ضرورت تو مفید و نافع ہوا کرتی ہے اور اِس میں اور کچھ زیادتی کر دی جائے تو وہ بیماری کو بڑھا دیتی ہے اور اگر اِس میں بہت ہی زیادتی کر دی جائے تو جان ہی سے مار دیتی ہے پس جہاں تک ہو سکے اخراجات و مصارف میں کمی کرو کیونکہ اگر تکلیف بھی ہے تو بس چند روز کی ہے کیونکہ زندگی ہی چند روزہ ہے پس یہ تو جس طرح ہوگی گزر ہی جائے گی اور یہ بھی یاد رکھو کہ کھانے کا مزہ

بھی بھوک میں ہی معلوم ہوا کرتا ہے پس جتنے یہاں بھوکے رہو گے اُسی قدر جنت کی نعمتوں میں مزہ بھی زیادہ آئے گا۔

بخل کی حد اور حقیقت :

بخل کی حد بھی معلوم ہونی چاہیے کیونکہ اکثر آدمی خود اپنی حالت میں شک کرتے ہیں اور نہیں سمجھ سکتے کہ بخیل ہیں یا سخی ؟ اس لیے جاننا چاہیے کہ جہاں مال خرچ کرنے کا شرع حکم دے یا مروّت تقاضا کرے وہاں مال خرچ نہ کرنا بخل ہے پس اگر کوئی شخص اپنے بی بی بچوں کو وہ نفقہ تو برابر دیے جائے جو قاضی نے مقرر اور اُس پر واجب کر دیا ہے مگر اِس سے زیادہ ایک لقمہ بھی دینا گوارا نہ ہو تو چونکہ یہ سختی اگرچہ شریعت کے خلاف نہیں لیکن مروّت کے خلاف ہے اس لیے بخل میں شمار ہے یا مثلاً تم نے کسی دُکاندار سے کوئی شے خریدی اور ذرا سے نقص یا عیب کی وجہ سے اُس کو واپس کر دیا تو اگرچہ یہ واپسی شرعاً جائز ہے مگر چونکہ خلافِ مروّت ہے اس لیے بخل کہلائے گا یہاں شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب یہ صورتیں مروّت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بخل میں داخل ہیں تو پھر شریعت نے ان کو جائز کیوں کہہ دیا، بات یہ ہے کہ شریعت کا منشا اِس قسم کی بے مروّتی کی باتوں کو جائز کہہ دینے میں یہ ہے کہ عام لوگوں کی باہمی نزاع دُور کرے اور بخیلوں پر اتنا قلیل بوجھ ڈال کر جس کے وہ متحمل ہو سکیں انتظامِ دنیوی کو قائم رکھے مگر اِس کے ساتھ ہی مروّت کا برتاؤ اور جو ضرورتیں اتفاقیہ پیش آجائیں اُن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے حدیث میں آیا ہے کہ ''جس مال کے ذریعے سے آدمی اپنی آبرو بچائے وہ بھی صدقہ ہے'' مثلاً کسی مالدار کو اندیشہ ہو کہ یہ شاعر میری ہجو کرے گا اور اگر میں اس کو کچھ دے دوں تو اس کا منہ بند ہو جائے گا اور باوجود اس علم کے اُس کو کچھ نہ دے تو وہ شخص بخیل سمجھا جائے گا کیونکہ اِس نے اپنی آبرو محفوظ رکھنے کی تدبیر نہ کی اور بدگو کو بدگوئی کا موقع دیا، یہ ظاہر ہے کہ مال کی ذات تو مقصود اور محبوب نہیں ہے چنانچہ کوئی اِس کو چباتا یا نگلتا نہیں ہے ہاں البتہ چونکہ اِس سے ضرورتیں پوری اور منفعتیں حاصل ہوتی ہیں اس لیے مال مرغوب ہے لہٰذا جس جگہ اِس کے خرچ کرنے میں فائدہ ہو

وہاں خرچ نہ کرنا غلطی کی بات ہے پس جو شخص باوجود ضرورت کے مال خرچ نہ کرے تو سمجھ لو کہ اس کی ذات کے ساتھ محبت ہے اس نفع کے ساتھ جو کہ مال سے مقصود ہے اس کو مطلق بحث نہیں ، کبھی مال کی محبت یہاں تک بڑھ جاتی ہے کہ انسان کو اپنا فائدہ اور نقصان بھی نظر نہیں آتا ایسی حالت بہت خطرناک ہے جس کو جہلِ مرکب کہنا چاہیے پس ایسی صورت میں عقل و شرع کے پابند بننے کی طرف زیادہ توجہ کرو اور جس جگہ پر خرچ کرنے کا یہ دونوں حکم کریں وہاں بے دریغ مال خرچ کرو، یہ تو بخل کا تذکرہ تھا اب رہی سخاوت تو اِس کی تو کوئی حد ہی مقرر نہیں ہے، بس اتنا سمجھ لو کہ بخل کی حد سے باہر نکل کر جتنا بھی خرچ کیا جائے وہ سب سخاوت میں داخل ہے۔

بخل کا علاج : بخل کا علاج علمی بھی ہے اور عملی بھی۔

بخل کا علمی علاج :

علمی علاج تو یہ ہے کہ بخل کے نقصانات معلوم کرو کہ آخرت کی تباہی اور دنیا کی بدنامی دونوں اس سے پیدا ہوتی ہیں، خوب سمجھ لو کہ مال کسی بخیل کے ساتھ جانے والا نہیں ہے صرف قبر کے گڑھے تک کا دھندا ہے پس دنیا میں انسان کو جو مال دیا گیا ہے تو صرف اس غرض سے دیا گیا ہے کہ وہ اس کو اپنی ضرورتوں میں خرچ کیا کرے سو اگر تم جانور بن کر اِس کو اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا ہونے میں خرچ کرو گے تو بڑی ضروری نعمت یعنی آخرت کی لذتوں سے محروم ہو جاؤ گے اور اگر دنیا میں اولاد کے لیے چھوڑ کر مرو گے تو گویا اولاد کو تو آرام دے جاؤ گے مگر خود خالی ہاتھ چلے جاؤ گے، اب تم ہی بتاؤ کہ اِس سے زیادہ حماقت کیا ہو سکتی ہے ! ذرا غور کرو کہ اگر تمہارے پسماندہ بچے صالح اور نیکوکار اُٹھیں گے تو اللہ ان کی ضرورتوں کا کفیل نہ ہوگا ؟ پھر تمہارے جمع کرنے سے کیا نفع اور اگر خدانخواستہ وہ بدکار ہوئے تو ظاہر ہے کہ یہ تمہارا جمع کیا ہوا مال اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ ہوگا اور اِس کا تم پر وبال پڑے گا کہ معصیت کے سبب تم قرار پاؤ گے، جوں جوں دوسرے لوگ تمہارے مال سے مزے اُڑائیں گے توں توں تم پر عذاب بڑھے گا، اس قسم کی باتیں سوچنے اور بخل کے نتائج پر غور کرنے سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ بخل سے نجات مل جائے گی۔ (باقی صفحہ ۶۰)

سلام زندہ باد
فرما گئے یہ ہادی لانبی بعدی
تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد
بمقام
لاہور
بفیضان
خان محمد
10
2018
مارچ
بروز
ہفتہ
بعد نماز
عصر ان شاء اللہ
پُروقار
روح پرور
عظیم الشان
ختم نبوّۃ کانفرنس
ان شاء اللہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے
عبدالرزاق
عزیز احمد
محمد ناصر الدین خان
ملک بھر سے تمام مکاتب فکر علماءِ کرام نامور خطباء
مقررین ممتاز مذہبی سماجی وسیاسی رہنما وکلاء صحافی
اور تاجر تنظیموں کے نمائندگان
خطاب فرمائیں گے
شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے
0300-4304277
0300-9496702
0321-9448442
0300-4275569
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور
اشاعت و نشر

اصلاحی مقالات
سلسلہ نمبر۲

سلوک واحسان کی اہمیت

﴿ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ ﴾

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ !

سورۃ الجمعہ میں ارشاد فرمایا :

﴿ هُوَالَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (سورة الجمعة :۲)

''اللہ وہی ہے جس نے اُمی لوگوں میں ایک رسول بھیجا اُن ہی میں سے وہ ان پر اس کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں حکمت اور کتاب سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیتِ شریفہ میں رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریاں بتائی ہیں ان میں سے

☆ ایک یہ ہے کہ اُمیین کو اللہ کی کتاب پڑھ کر سناتے ہیں۔

☆ دوم یہ کہ ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔

☆ تیسری صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اور سورۂ بقرہ میں بھی آنحضرت سرورِ عالم ﷺ کی صفات بالا بیان فرمائی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف تعمیر کرتے ہوئے دعا کی تھی کہ اے ہمارے رب! یہاں کے رہنے والوں میں ایک رسول بھیجنا جو اِن صفات کا حامل ہو، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کعبہ شریف تعمیر فرمایا ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے ہزاروں سال کے بعد اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا قریشِ مکہ جو بنو ہاشم میں سے تھے وہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر اللہ جل شانہٗ نے قرآنِ پاک نازل فرمایا اور آپ کو احکام بتائے اور اُمت کو احکام پہنچانے اور کتاب اللہ سکھانے پر مامور فرمایا، آپ کے ذمہ پڑھ کر سنانا بھی تھا اور احکام بتانا اور نفوس کا تزکیہ بھی، حضراتِ صحابہ کرامؓ نے آپ سے کتاب سیکھی احکام بھی معلوم کیے اور زندگی کے تمام شعبوں کے آداب اور اخلاق بھی سیکھے اور حضراتِ صحابہ کرامؓ سے تابعین کرامؒ نے وہ سب کچھ حاصل کیا جو انہوں نے سیّد المرسلین ﷺ سے حاصل کیا تھا، حضرات صحابہ حضور ﷺ کے خلفاء ہوتے چلے آئے، رسول اللہ ﷺ کی شان بہت جامع تھی آپ کے خلفاء میں سے کسی نے قرآنِ مجید کی تعلیم اور تدریس اور تجوید اور قرات کا مشغلہ اختیار کیا اور بعض حضرات نے روایتِ حدیث میں محنت کی اور آپ کے ارشادات کو پھیلایا اور آگے بڑھایا، ایک جماعت نے اجتہاد و استنباط میں اپنی عمریں خرچ کیں اور دوسری جماعت نے تزکیہ نفس کا کام سنبھالا جیسا کہ علمِ حدیث کا اشتغال رکھنے والوں کو ''محدثین'' اور اجتہاد و استنباط کرنے والوں کو ''فقہاء'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اسی طرح تزکیہ نفس میں لگنے والوں کو ''صوفیا'' کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ نفوسِ انسانیہ میں ملکوتی جذبات بھی ہیں اور شہوانی ملکات بھی اور عمومًا طبائع اخلاقِ فاضلہ اختیار کرنے کی بجائے اخلاقِ رذیلہ کی طرف مائل ہوتی ہیں اس لیے نفوسِ انسانیہ کو شر کے جذبات سے ہٹانے کے لیے اور اوصافِ خیر سے متصف کرنے کے لیے محنت کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ اجسامِ مریضہ کے لیے حکماء اور اطباء ہوتے ہیں اسی طرح روحانی امراض کے علاج کے لیے صوفیہ کے قلوب پر تدبیریں وارد ہوتی ہیں اور ان ہی تدبیروں کے مطابق اپنے متوسلین کو اصلاحِ قلب اور تزکیہ نفوس کے اشغال و اَوراد کی تعلیم دیتے ہیں، بڑے بڑے اکابر محدثین اور شارحِ حدیث اور فقہاءِ عظام نے سلسلہ تصوف کو اختیار کیا اور حضراتِ صوفیاء کرام کی طرف رجوع کیا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ اور ان کے اخلاف سب سے اعلیٰ درجہ کے محدث اور مفسر بھی تھے اور تصوف میں بھی کمال کا درجہ ان کو حاصل تھا اور لفظ ''شاہ'' جو ان حضرات کے نام کا جزء بنا وہ اس سلسلہ تصوف میں معروف اور مشہور ہونے کی وجہ سے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ''الفضل المبین فی المسلسل من حدیث النبی الامین ﷺ'' میں متعدد اَسانید سے احادیث مسلسلہ بالصوفیہ نقل کی ہیں، حدیث نمبر۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، کی مراجعت کرلی جائے ان میں حضرت شاہ صاحب اپنے شیخ ابو طاہر مدنی اور شیخ احمد قشاشی شیخ نورالدین علی بن محمد ذبیح الشیبانی الزبیدی اور شیخ احمد بن عبداللطیف یمنی شرجی، مؤلف تجرید البخاری اور حافظ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری صاحب النشر والمقدمۃ الجزریہ اور صاحبِ قاموس علامہ محمد بن یعقوب شیرازی (اُستاذ حافظ ابن حجر عسقلانی) اور علامہ ابوسعید خلیل کیکلدی العلائی اور شیخ الاسلام حافظ زین الدین زکریا انصاری اور امام رضی الدین ابراہیم بن محمد طبری اور شیخ ابو طاہر احمد بن محمد السّلفی اور علی بن محمد الاجھوری اور شہاب الدین احمد بن خفاجی اور شیخ طاہر بن الامام، صاحب المحیط البرہانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ کے اسماء گرامی بھی مسلسل بالصوفیہ کی اسناد میں آئے ہیں، حافظ شمس الدین سخاوی تلمیذ شہیر حافظ ابن حجر عسقلانی نے تو ''المقاصد الحسنہ'' میں صوفیاء خرقہ پوشی کے بارے میں یہ لکھنے کے بعد کہ کسی خبرِ صحیح یا حسن یا ضعیف سے ثابت نہیں ہے اخیر میں یہ لکھ دیا کہ

هذا مع الباسی ایاها لجماعة من اعیان المتصوفة امتثالا لا لازامهم لی بذلك حتی تجاه الكعبة الشریفة تبركا بذكر الصالحین واقتفاء لمن اثبة من الحفاظ المتقدمین.

دیکھئے حافظ سخاوی کتنے بڑے محدث ہیں یہ بھی فرمارہے ہیں کہ خرقہ پہننا ثابت نہیں ہے پھر بھی خرقہ پہن لیا (سنتِ نبوی جان کر نہیں پہنا تجربہ سے مفید پایا اس لیے اس کو اختیار کیا جیسا کہ اَدویہ استعمال کی جاتی ہیں) اور اس کو تبرک بھی شمار کرلیا تجربہ سے ان حضرات نے صوفیاء کی صحبتوں کو اپنے لیے مناسب جانا ہے جبکہ عمل بھی ہو اور علم و عمل دونوں میں اخلاص ہو، تقویٰ بھی ہو، روح مجلّٰی اور نفس مزکّٰی ہو، جو حضرات تزکیہ نفس اور تصفیہ رُوح کے کام میں لگتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تزکیہ و تصفیہ کے طریقے ان کے قلوب پر منکشف ہوتے ہیں اور معالجاتِ نفسانیہ کی راہیں ان پر کھلتی ہیں، جن حضرات میں اخلاص ہوتا ہے مفسر محدث اور فقیہ ہوتے ہوئے ان حضرات کی صحبت اختیار کرتے ہیں

اس محبت سے اصلاحِ نفس کا فائدہ ہوتا ہے۔

تصوف یا احسان وسلوک یا طریقت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو شریعت کے خلاف ہو چونکہ مقصود شریعت پر عمل ہے اس لیے محققین صوفیاء شریعت کے مطابق چلتے ہیں اور چلاتے ہیں اور اتباعِ سنت ہی میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کو منحصر جانتے اور سمجھتے ہیں، انسان میں علم ہوتا ہے پھر بھی اخلاق نہیں ہوتے ریاکاری کے جذبات ہوتے ہیں علم دین کو دنیا کے لیے استعمال کرتے ہیں، تقریر اور تحریر کے ذریعہ مخلوق کے سامنے آتے اور شہرت کے خواہاں ہوتے ہیں، مالداروں میں سخاوت کی ریاکاری، حج اور عمرہ کے اسفار میں دکھاوا، تالیف وتصنیف کے ذریعہ شہرت کا خواہاں ہونا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا غیبت اور عیب جوئی میں لگے رہنا، حلال وحرام کی تمیز نہ کرنا، نمازیں ضائع کرنا، ترکِ جماعت اور بے وقت پڑھنا نام کرنے کے لیے مجالس میں قرآن پڑھنا اگر کوئی دوسرا قاری اپنے سے زیادہ اچھا پڑھے یا اس کی تعریف زیادہ کردی جائے تو اس پر رنجیدہ ہونا دکھاوے کا لباس پہننا وعید جانتے ہوئے ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا، نفوس کو ان چیزوں سے پاک کرنا اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ سے رجوع ہونا یہ ایک امر ضروری ہے اور ہر عالم اور عامی اس کا مکلّف ہے، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ اپنے نفس کے احوال کا محاسبہ کریں اور فکرِ آخرت کو سامنے رکھ کر اپنے اعمال درست کریں اور عبادات میں خشوع خضوع کی کوشش کریں اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ کا مصداق بنیں جسے حدیثِ صحیح میں ''احسان'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور ایسی نمازیں پڑھیں جسے صَلٰوۃُ مُوَدِّعٍ فرمایا ہے اور نیتوں میں اخلاص پیدا کریں ایسے حضرات مخلصین و مصلحین کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، علم یا مال کا غرور انہیں اصلاحِ نفس سے نہیں روکتا اور جن اکابر فقہاء ومحدثین کے اسماء مذکور ہوئے جنہیں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے احادیث مسلسلہ بالصوفیہ کی اسانید ذکر فرمایا ہے یہ وہی حضرات ہیں جنہوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ علم کے ساتھ ہمارا تعلق مصلحین کے ساتھ بھی ہونا چاہیے۔

یہی مصلحین عرفِ عام میں صوفیاء کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں جو لوگ اپنے نفوس کی اصلاح اور تزکیہ کی ضرورت نہیں سمجھتے وہ دنیا کی محبت میں مبتلا رہتے ہیں، جاہ اور مال کے طالب رہتے ہیں اور

چونکہ مصلحین سے رابطہ نہیں رکھتے اس لیے ان سے ایک قسم کا بغض وعناد رکھتے ہیں اور دُور سے ان پر تنقید کرتے ہیں جس سے اَلنَّاسُ اَعْدَآءٌ لِّمَا جَھِلُوْا کا پوری طرح مظاہرہ ہو جاتا ہے۔

کچھ لوگوں کو لفظِ صوفی اور تصوف سے ہی بغض ہے کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں کرتے اور جعلی صوفیوں کے احوال واقوال سن کر تمام صوفیاء کرام کو اپنی تنقید کی لپیٹ میں لے لیتے ہیں، یہ ان لوگوں کی بے اعتنائی ہے، سب لوگ جانتے ہیں کہ ہر جماعت میں ایسے لوگ بھی داخل ہو جاتے ہیں جو جماعت کو بدنام کرنے والے ہوتے ہیں اور جماعت کے مقاصد کے خلاف عمل کرتے ہیں جس سے جماعت بدنام ہوتی ہے لیکن محققین چھان بین کرتے ہیں اچھے افراد کو بھی پہچانتے ہیں اور برے کو بھی سمجھتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے پیری مریدی کے کاروبار کو آسان سمجھا جو اپنی گدی بنائے بیٹھ گئے علم وعمل اخلاص سے عاری ہونے کے باوجود پیر بن گئے ،قبر پرستی قوالی اور رسوم بدعیہ کو اپنا شعار بنالیا ایسے لوگوں کا مال وجاہ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہوتا معاندین نے صرف ان ہی کو دیکھا اور ان ہی پر اصحابِ شریعت اور متبعِ سنت صوفیاء کو قیاس کر کے علی الاطلاق تصوف اور اصحابِ تصوف کے دشمن اور معاندین بن گئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ اور ان کے رفیقِ خاص امامِ ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ جو درس کے بھی ساتھی تھے اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت وارادت میں بھی شریک تھے مسلکِ دیوبندان دونوں حضرات سے چلا اور آگے بڑھا اوّل الذکر یعنی حضرت نانوتویؒ نے قصبہ دیوبند میں ۱۵ رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ[۱] کو مدرسہ ''دارُ العلوم'' قائم کیا اس کے چھ ماہ بعد خاص شہر سہارنپور میں ''مدرسہ عربی'' کے نام سے مولانا سعادت علی فقیہ سہارنپوری نے قائم کیا جو ''مظاہر علوم'' کے نام سے مشہور ہے، دونوں مدرسوں کے بانی چند سال میں ہی وفات پاگئے مگر حضرت گنگوہیؒ ۱۳۲۳ھ تک بقیدِ حیات رہے اور دونوں مدرسوں کی سرپرستی فرمائی اور دونوں مدرسے ہم مشرب اور ہم مسلک رہے چونکہ دیوبند میں پہلے مدرسہ قائم ہوا اور اس کی شہرت بھی زیادہ تھی اس لیے ان

[۱] مطابق ۳۰ رمئی ۱۸۶۶ء بروز بدھ

حضرات کے مسلک کو مسلکِ دیوبند کے نام سے یاد کیا جانے لگا مسلکِ دیوبند کے اصحاب کا علیحدہ نہ کوئی فرقہ ہے اور نہ اہلِ سنت سے ہٹ کر کوئی مسلک ہے بلکہ مذہب حنفی میں پختگی اور شریعت اور طریقت کی جامعیت یہی دو چیزیں مسلک دیوبند کا خلاصہ ہے۔

چونکہ مسلکِ دیوبند کے اکابر نے بدعات کی تردید کی اور اُمتِ محمدیہ کو شرکِ جلی اور خفی سے بچایا اور تصوف کو جاہل صوفیہ کی رسومات اور عادات سے نکھارا اس لیے مبتدعین اور جاہل صوفیاء بزرگانِ دیوبند کے دشمن بن گئے اور کوئی دن ایسا خالی نہ گزرا ہوگا کہ دشمنانِ دین بزرگانِ دیوبند کے خلاف تبرا بازی نہ کرتے ہوں، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ سے حدیث پڑھی وہ خود صوفیاء میں سے تھے جن کا نسب سات واسطوں سے حضرت مجدد الفِ ثانیؒ تک پہنچتا ہے پھر حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما نے علوم سے فراغت کے بعد حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ پر طریقت میں بیعت کی، باوجود علم وافر ہونے کے صاحبِ طریقت کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت محسوس کی (جس کا کچھ تذکرہ ان ہی سطور میں انشاء اللہ تعالیٰ آنے والا ہے) حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے جلد ہی دونوں کو خلافت عطا کر دی اور ایک وقت یہاں تک فرمادیا کہ ''یہ دونوں میرے مرید ہو گئے حالانکہ چاہیے یہ تھا یہ دونوں میری جگہ ہوتے اور میں اِن کی جگہ ہوتا۔''

ان دونوں حضرات سے حضرت نانوتوی میں تو بہت واضح تھی وہ اپنے آپ کو کسی لائق سمجھتے ہی نہ تھے، نفس کو مٹا دینا ان کی خاص شان تھی فرماتے تھے کہ میں نے جو دو حرف پڑھ لیے ان کی وجہ سے مشہور ہو گیا ورنہ اپنی ذات کو ایسا مٹاتا کہ دنیا کو پتہ بھی نہ چلتا کہ قاسم بھی کوئی تھا، واقعی حضرت نانوتویؒ نے اپنے کو خوب مٹایا مشکل سے چند مرید بنے اور عمر بھی کم پائی لیکن دارُالعلوم کا فیض بہت بڑا ہے جہاں سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء، صاحبِ تصانیف اور صاحب ارشاد پیدا ہوئے اور ان کا وہ خواب سچا ثابت ہوا جو انہوں نے جوانی میں دیکھا تھا کہ میں کعبہ شریف کی چھت پر اُونچی جگہ پر بیٹھا ہوں اور کوفہ کی طرف میرا منہ ہے اور ادھر سے ایک نہر آتی ہے جو میرے پاؤں سے ٹکرا کر جاتی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ مدرسہ دیوبند قائم ہونے کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے اور انہوں نے

شریعت کی خوب خدمت کی اور سالہا سال تک تنہا صحاحِ ستہ کا درس و تدریس اور فتاوٰی کی خدمت بھی انجام دیتے رہے اور ساتھ ہی بیعت و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری رکھا، ان کے متوسلین اور مریدین کی تعداد بھی بکثرت رہی اور ان میں سے خلفاءِ مجازین بھی ہیں ان میں سے آٹھ دس حضرات ایسے ہیں جو ہزاروں پر بھاری ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے شریعت و طریقت میں خوب کام لیا جن میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحبؒ رائے پوری اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھویؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ بہت زیادہ معروف اور مشہور ہوئے اور انہوں نے شریعت اور طریقت کا خوب کام کیا۔

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی اور حضرت فقیہ الامت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہما دہلی میں اُستاد کی خدمت میں سبق پڑھنے کے لیے حاضر تھے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے تو حضرت شاہ صاحب[1] نے فرمایا کہ اب سبق کل ہوگا کیونکہ حاجی صاحب آگئے مولانا گنگوہی کی زبان سے نکل گیا کہ اچھے حاجی صاحب آئے ہمارا سبق بھی گیا، اس پر حضرت نانوتویؒ نے فرمایا ہاہا ایسا مت کہو ! یہ بزرگ ہیں، بعد میں دونوں حضرات حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوگئے، بیعت ہونے کے بعد مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا کہ پھر تو میں مرمٹا اور یہ بھی فرمایا کہ ''ہمیں کیا معلوم تھا کہ یہی حاجی صاحب ہمیں مونڈیں گے'' حضرت حاجی صاحبؒ فارغ التحصیل عالم نہیں تھے لیکن ایسے ایسے اکابر ان سے بیعت ہوئے جو علم کے پہاڑ تھے پھر حاجی صاحبؒ ہی کے ہو رہے اور اِسی کو مونڈنے سے تعبیر فرمایا، حضرت نانوتویؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرت حاجی صاحب مولوی نہ تھے ؟ فرمایا ''مولوی گر'' تھے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں علوم ہی کی وجہ سے حضرت حاجی صاحبؒ کا معتقد ہوا ہوں، آخر کوئی تو وجہ تھی کہ ان حضرات نے حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور مرید ہونے کی ضرورت محسوس کی، بات وہی ہے کہ علم کے ساتھ قلبِ منیب بھی ہونا چاہیے جو لوگ اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے وہ علم کے غرور میں

---

[1] حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحبؒ

صاحبِ نسبت حضرات سے دُور بھاگتے ہیں اور محروم رہتے ہیں، یہ تو ماضی قریب کی باتیں ہیں، ماضی بعید میں حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ حضرت شمس تبریزؒ کے مرید ہوئے اور پھران ہی کے ہو رہے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا بہت بڑے عالم تھے صاحب جاہ تھے بڑا مرتبہ تھا لیکن انہوں نے ضرورت محسوس کی اور اپنے باطن کو اِنَابَتْ اِلَی اللّٰہ سے خالی پایا، نفس کا مراقبہ ومحاسبہ کیا اپنے مرشد کی طرف رجوع ہوئے اور اصلاحِ باطن کی طرف ایسے متوجہ ہوئے کہ نہ صرف اپنا بھلا کیا بلکہ قیامت تک کے لیے علماء کو بیدار کر دیا منجیات ومہلکات سے آگاہ کیا اور رہتی دنیا تک کے لیے ''اِحیاءالعلوم'' دنیا میں چھوڑ گئے۔

جو لوگ تصوف وسلوک سے راضی نہیں وہ کسی صاحبِ نسبت سے قریب ہی نہیں ہوتے تاکہ ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوں، تصوف وسلوک کے فوائد سے بے خبر ہیں اس لیے اس کی مخالفت کرتے ہیں، علامہ سیّد سلیمان ندویؒ مشہور مصنف تھے شہرت میں حضرت حکیم الاسلام قدس سرہٗ کے لگ بھگ مقام رکھتے تھے انہوں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی مصلح کی ضرورت ہے حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے اصلاحی تعلق قائم کیا تو ان کے متعلقین میں سے ایک بڑا حلقہ معترض ہوا، بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اتنے بڑے علامہ نے ایک ملا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے، حضرت علامہ نے جواب دیا کہ علمِ محض سے کام نہیں چلتا، علم کے ساتھ قلبِ منیب کی بھی ضرورت ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ ایک طرف علامہ کہتے ہیں اور دوسری طرف معترض ہو رہے ہیں اس سے تو اور عبرت لینی چاہیے کہ جب اتنے بڑے علامہ کو اصلاحِ نفس کے لیے کسی مرشد و مصلح کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے تو کم علم کو کیونکر اس کی ضرورت نہ ہوگی۔

جو حضرات صاحبِ نسبت ہیں جن کو تعلق مع اللہ کی دولت حاصل ہے وہ کچھ نصیحت کرتے ہیں تو دل میں اُترتی چلی جاتی ہے اور جن کو یہ دولت نصیب نہیں اُن کے پاس صرف علم ہی علم ہے وہ بڑی بڑی تقریریں کرتے ہیں لوگ ان کی تقریریں کانوں کی عیاشی کے لیے سن لیتے ہیں دل پر کسی کے کچھ بھی اثر نہیں ہوتا یہ تجرباتی باتیں ہیں تجربہ بڑی دلیل ہے اور شاہد عدل ہے۔

مدارس میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے اساتذہ اور تلامذہ میں ذکر وفکر کی شان پیدا ہو تزکیۂ باطن، تربیتِ نفس، کثرتِ ذکر، مراقبہ ومحاسبہ ہر فرد کے اندر ہونا چاہیے، ان کاموں کے لیے مرشد ومربی کی ضرورت ہوتی ہے ہندوستان کے مختلف شہروں میں اکابرِ دیو بند کے خلفاء موجود ہیں، اہلِ طلب ان سے رجوع فرمائیں علم بھی حاصل کریں اور عملی زندگی بھی سدھاریں، ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہوں قرآن وحدیث کا علم تو آج کل مستشرقین کے پاس بھی ہے اسلامیات پر کتابیں بھی لکھتے ہیں سب کچھ پڑھتے ہیں لیکن گمراہ ہیں، ایمان ویقین، علم وعمل ظاہر و باطن کی اصلاح، خدمتِ دین، فکرِ آخرت سب ہی چیزوں کی ضرورت ہے، وباللّٰہ التوفیق.

قسط : ٦

فضائلِ مسجد

حضرت مولانا صدرالدین صاحب انصاری ، انڈیا
تلمیذ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

✿ ✿ ✿

مسجد میں جانے کی عادت علامتِ ایمان ہے :

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِذَا رَاَیْتُمُ الرَّجُلَ یَتَعَاھَدُ الْمَسْجِدَ فَاشْھَدُوا لَہٗ بِالْاِیْمَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ. رواہ الترمذی وا بن ماجه و الدارمی . [1]

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تم کسی آدمی کو مسجد (میں حاضر رہنے) کا عادی دیکھو تو اُس کے ایمان کی گواہی دو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔''

اس حدیث کا پہلے ذکر آچکا ہے آیت کریمہ ﴿ اِنَّمَا یَعْمُرُ ﴾ کا ترجمہ وتشریح بھی گزر چکی ہے حضور ﷺ کے ارشاد کا مطلب ہے کہ مسجدوں کو صحیح معنی میں وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں جس کسی کے پاس ایمان نہ ہوگا اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا اُن کو مساجد کے آباد کرنے سے دلچسپی ہی کیا ہوسکتی ہے کیونکہ مسجدوں کے آباد کرنے یعنی نمازیں پڑھنے اور علم و ذکر سے مسجد کی فضا معمور کرنے سے روپیہ پیسہ تو ملتا نہیں، مسجد میں ہر وقت ختم کا تبرک نہیں ملتا بلکہ ہنسی مذاق تک کرنا ممنوع ہے، کسی بھی نفسانی خواہش کی تکمیل مسجد سے نہیں ہوتی بلکہ اس خانۂ خدا سے تو اخلاص کے ساتھ اُس کو ہی محبت ہوگی جو اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور حضور اقدس ﷺ کے ارشاداتِ گرامی کو سچا سمجھتا ہوگا،

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الصلٰوۃ باب المساجد و مواضع الصلٰوۃ رقم الحدیث ۷۲۲

جس کو یہ یقین ہوگا کہ نمازیں پڑھنا ہی اصل کام اور اللہ کا ذکر کرنا ہی ضروری چیز ہے علم دین سیکھنا ضروری ہے اللہ کے گھر کو آباد رکھنا ضروری ہے اور جس کو حضور اقدس ﷺ کے تمام ارشادات کا یقین ہے وہ سچا مومن ہے اس لیے جس شخص کو صحیح طور پر مسجد کا عادی پاؤ تو اُس پر گواہ بن جاؤ کہ وہ مومن ہے۔

تحیۃ المسجد :

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ. [1]

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دو رکعت بیٹھنے سے پہلے پڑھ لیا کرے۔''

مسجد میں آکر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے یہ نماز ''تحیۃ المسجد'' کہلاتی ہے اس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ فرض نماز کے لیے جائے جب ہی پڑھے بلکہ جس وقت بھی مسجد میں حاضری ہو البتہ مکروہ اوقات میں سے نہ ہو جیسے طلوعِ آفتاب، غروبِ آفتاب یا زوالِ آفتاب وغیرہ۔

پنج وقتہ نمازوں کی حاضری کے وقت یہ نماز صرف ظہر، عصر اور عشاء میں پڑھی جا سکتی ہے، مسجد پہنچ کر کوئی بیٹھ جائے پھر اُٹھ کر تحیۃ المسجد پڑھے تو یہ بھی جائز ہے مگر اوّلیت کے خلاف ہے۔

اگر کوئی شخص مسجد میں پہنچتے ہی فرض یا سنت شروع کردے تو اب تحیۃ المسجد کا وقت نہیں رہا کیونکہ یہ نماز تو مسجد کا سلام ہے، سب سے پہلے ہی ہونا چاہیے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقت کی تنگی کے باوجود تحیۃ المسجد پڑھے اور سنتیں ترک ہو جائیں یا تکبیرِ اُولیٰ فوت ہو جائے، یہ بالکل مناسب نہیں، مسجدِ حرام میں جا کر تحیۃ المسجد کے بجائے طواف کرنا چاہیے۔ (جاری ہے)

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الصلوۃ باب المساجد و مواضع الصلوۃ رقم الحدیث ۷۰۳

وفیات

۵؍ جمادی الثانی/۲۲؍فروری بروز جمعرات جامعہ مدنیہ قدیم کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا عبدالرشید صاحب کشمیریؒ طویل علالت کے بعد تقریبًا پچاسی برس کی عمر میں انتقال فرماگئے، حضرتؒ کی جامعہ سے وابستگی کم و بیش چالیس سال پر محیط ہے آپ بانی جامعہ بڑے حضرتؒ کے شاگرد رہے ہیں اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر آخرت کے بلند ترین درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے آپ کی تدفین قبرستان میانی صاحب میں بڑے حضرتؒ کے قریب عمل میں آئی۔

۱۸؍فروری کو تحریک ریشمی رومال کے سرکردہ رہنما اسیر مالٹا حضرت مولانا سیّد عزیر گل صاحبؒ کی صاحبزادی محترمہ، محمد احمد صاحب کاکاخیل کی والدہ طویل علالت کے بعد سخاکوٹ میں وفات پاگئیں۔

۱۸؍فروری کو جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے سابق امیر حضرت مولانا رشید احمد صاحب لدھیانویؒ رحیم یار خان میں انتقال فرماگئے۔

گزشتہ ماہ ملک ندیم صاحب کے بہنوئی وفات پاگئے۔

گزشتہ ماہ جامعہ مدنیہ جدید کے بواب عبدالعزیز کے ماموں وفات پاگئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور اُن کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

قسط : ۶، آخری

دل کی حفاظت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، انڈیا ﴾

چھٹی فصل......تزکیہ کی ضرورت :

دل کو ہر طرح کی اخلاقی بیماریوں اور روحانی امراض سے پاک رکھنے کے لیے تزکیہ کی ضرورت ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قلب کو اتنا صاف ستھرا کر دیا جائے کہ وہ اخلاقِ سیۂ سے خود بخود نفرت کرنے لگے اور اخلاقِ فاضلہ کا شوقین بن جائے، جب آدمی کا قلب مزکّٰی اور مجلّٰی ہوتا ہے تو اس کے لیے رضاءِ خداوندی کا راستہ سہل اور آسان ہوجاتا ہے اسی بنا پر قرآنِ کریم میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داریاں بتاتے ہوئے بطورِ خاص ﴿ وَیُزَکِّیْھِمْ ﴾ ''اور وہ ان کی صفائی کرتا ہے'' کو ذکر کیا گیا اور جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلہ میں حضراتِ صحابہؓ پر پوری توجہ رکھی تا آنکہ آپ کی صحبت اور شاندار تربیت کی بدولت وہ صحابہ اُمت کے تمام بعد میں آنے والے اولیاء و مشائخ اور علماء سے افضل قرار پائے اور ان کو زبانِ نبوت سے ''نجومِ ہدایت'' کا لقب عطا ہوا، تزکیہ کے بعد ان کی صفاتِ عالیہ کیا تھیں ان کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اِن الفاظ میں فرماتے ہیں :

مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا فَلْیَسْتَنَّ بِمَنْ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْہِ الْفِتْنَۃُ اُولٰئِکَ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ کَانُوْا اَفْضَلَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ ، اَبَرَّھَا قُلُوْبًا وَ اَعْمَقَھَا عِلْمًا، وَاَقَلَّھَا تَکَلُّفًا، اِخْتَارَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی لِصُحْبَۃِ نَبِیِّہٖ وَلِاِقَامَۃِ دِیْنِہٖ، فَاعْرِفُوْا لَھُمْ فَضْلَھُمْ وَاتَّبِعُوْھُمْ عَلٰی اِثْرِھِمْ وَ تَمَسَّکُوْا بِمَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ اَخْلَاقِھِمْ وَسِیَرِھِمْ فَاِنَّھُمْ کَانُوْا عَلَی الْھُدٰی الْمُسْتَقِیْمِ.[1]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب و السنۃ رقم الحدیث ۱۹۳

''جسے پیروی کرنی ہے وہ مرحومین کی پیروی کرے اس لیے کہ زندہ لوگ فتنہ سے محفوظ نہیں ہیں وہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہؓ ہیں جو اِس اُمت میں سب سے افضل تھے جن کے دل سب سے زیادہ نیک تھے جو علم کے اعتبار سے سب سے گہرے اور تکلّفات میں کمتر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے منتخب فرمالیا تھا لہٰذا ان کی فضیلت پہچانو اور ان کے نقشِ قدم پر چلو اور جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق اور سیرت پر مضبوطی سے قائم رہو کیونکہ وہ سیدھے راستے پر گامزن تھے۔''

الغرض دل کو قساوت سے محفوظ کر کے صاف ستھرا کرنا اور نیکیوں کا عادی بنانا ہر مومن کی ذمہ داری ہے اس کے لیے محنت اور ہمت بلند کرنی چاہیے، جو شخص جتنا زیادہ تزکیہ میں آگے بڑھے گا اُتنا ہی قربِ خداوندی میں آگے بڑھتا چلا جائے گا اور رحمتِ خداوندی سے مالا مال ہو جائے گا۔

دل کی بیماریوں کا علاج :

سوال یہ ہے کہ دل کا تزکیہ کیسے کیا جائے اور اس کو روحانی رذائل سے محفوظ رکھنے کے لیے کیا تدابیر اختیار کی جائیں ؟ اس سلسلہ میں رہنمائی فرماتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا :

اِنَّ لِکُلِّ شَیْءٍ صَقَالَةً وَصَقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰهِ وَمَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ.[1]

''ہر چیز کو صاف کرنے اور مانجھنے کا آلہ ہوتا ہے اور دل کی صفائی کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے اور ذکر اللہ سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ارشاد ہے : ذِکْرُ اللّٰهِ شِفَاءُ الْقُلُوْبِ .[2]

''اللہ کا ذکر دلوں (کے امراض) کے لیے شفاء ہے۔''

---

[1] بیھقی فی شعب الایمان ج ۱ ص ۳۹۶ ، کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۲ [2] کنز العمال ج ۱ ص ۲۱۲

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ ''دلوں کو پاکیزہ کرنے کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر مبارک ہے'' [۱] یعنی جتنا زیادہ ذکر خداوندی میں اپنے کو لگائیں گے اُتنا ہی دل صاف ہوگا خیر کی توفیق عطا کی جائے گی اور دل کے امراض دُور ہوں گے جس کی بنا پر دل کو سکون واطمینان کی دولت نصیب ہوگی قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا گیا :

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [۲]

''جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں، سن لو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

ظاہر ہے کہ آدمی مطمئن اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اُسے آئندہ کی زندگی میں کوئی خطرہ درپیش نہ ہو اور جو شخص گناہ کرنے والا ہے وہ مطمئن ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ اُسے آئندہ اپنی بدعملیوں کی سزا کا خطرہ ہمیشہ دامن گیر رہے گا، جو اُس کی زندگی کو مکدر کرتا رہے گا، اس سے معلوم ہوگیا کہ دنیا و آخرت میں وہی لوگ اطمینان اور عافیت میں رہ سکتے ہیں جو ذکرِ خداوندی میں اپنے کو مشغول رکھیں اور گناہوں سے بچتے رہیں۔

استغفار کی کثرت سے دل کی صفائی :

مطلق ذکر خداوندی کے ساتھ بالخصوص استغفار کو بھی احادیث طیبہ میں دل کی صفائی اور پاکیزگی کا سبب بتایا گیا ہے ایک روایت میں ارشادِ نبوی ہے :

اِنَّ لِلْقُلُوْبِ صَدَاً کَصَدَاِ النُّحَاسِ وَجِلَاؤُھَا الْاِسْتِغْفَارُ. [۳]

''دلوں میں بھی تانبے کی طرح زنگ لگتا ہے جس کی صفائی کا ذریعہ استغفار ہے۔''

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں :

اِنِّیْ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کُلَّ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ . [۴]

---

[۱] شعب الایمان ج ۱ ص ۳۹۶ [۲] سُورۃ الرعد : ۲۸ [۳] کتاب الدعا للطبرانی ص ۵۰۶

[۴] کتاب الدعا للطبرانی ص ۵۱۵ ، مسلم شریف ج ۲ ص ۳۴۶

''میرے دل میں غبار سا آجاتا ہے چنانچہ میں ہر دن سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔''

دیگر احادیث میں بھی کثرت سے استغفار کرنے کی تاکید وارد ہوئی ہے، اس کے ذریعہ دل کی صفائی کی اصل وجہ یہ ہے کہ گناہوں پر ندامت کے ساتھ جب آدمی استغفار کرے گا تو ندامت اور شرمندگی کی بنا پر خود بخود دل میں نرمی پیدا ہوجائے گی اور رب العزت کی بڑائی اور اپنی عاجزی کا احساس جاگزیں ہوگا اور یہ احساس دل کے تزکیہ کی سب سے زیادہ مؤثر تدبیر ہے۔

صالحین کی صحبت :

دل کی صفائی کے لیے اللہ والوں کی صحبت بھی بے مثال تاثیر رکھتی ہے، قرآنِ کریم میں ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ﴾ (اور جھکو، جھکنے والوں کے ساتھ) اور ﴿كُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ﴾ (اور رہو سچوں کے ساتھ) جیسی ہدایات دے کر اس جانب رہنمائی فرمائی ہے کہ اعمالِ صالحہ کا شوق اور بری باتوں سے بے رغبتی کا ملکہ حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کی صحبت میں وقت لگانا اور ان کے دامنِ فیض سے وابستہ ہونا بھی انتہائی مؤثر اور مفید ذریعہ ہے۔ رمضان المبارک میں اعتکاف کی عبادت بھی اسی مقصد سے مشروع کی گئی ہے کہ آدمی کو ایسا ماحول ملے جہاں رہ کر وہ یکسوئی کے ساتھ عبادت واطاعت میں وقت لگا سکے اور گناہوں کے مواقع سے محفوظ رہے۔

شیخ کامل سے وابستگی :

تجربہ یہ بتاتا ہے کہ دلوں کا تزکیہ محض کتابیں پڑھ لینے اور معلومات کے ذخائر جمع کر لینے سے ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اِس مقصد کی تحصیل کے لیے اصحابِ معرفت اولیاء اللہ سے وابستگی اور ان کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کی ضرورت پڑتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ جس طرح آدمی جسمانی امراض کے علاج کے لیے بہترین اور قابل ڈاکٹر کو تلاش کر کے اپنے کو اُس کے حوالے کر دیتا ہے اور اُس کے بتائے ہوئے نسخہ پر عمل کر کے اور پرہیز کا اہتمام کر کے شفاء حاصل کرتا ہے اسی طرح اپنے روحانی امراض کے علاج کے لیے بھی ماہر روحانی طبیب تلاش کرنا چاہیے، دل کے چھپے ہوئے امراض کا آدمی

(خواہ کتنا ہی بڑا ہو) خود اپنا علاج نہیں کرسکتا، نفس کے مکائد اتنے خطرناک ہیں شیطان کے فریب اتنے گہرے اور باریک ہیں کہ ان کا ادراک خود آدمی کو نہیں ہوسکتا بلکہ عمومًا یسا ہوتا ہے کہ جس چیز کو آدمی عین عبادت سمجھا رہتا ہے وہی اُس کے لیے ترقی میں سب سے بڑی رُکاوٹ اور زہرناک ہوتی ہے اس طرح کے امراض کی تشخیص شیخ کامل ہی کرسکتا ہے۔

شیخ کامل کی پہچان :

اب یہ پتہ کیسے چلے کہ کون شیخ کامل ہے اور کون ناقص تو اس سلسلہ میں مجدد الملّت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے درج ذیل دس علامتیں بتائی ہیں جن کو دیکھ کر شیخ کامل کو پہچانا جا سکتا ہے حضرتؒ فرماتے ہیں :

''شیخ کامل وہ ہے جس میں یہ علامتیں ہوں : (۱) بقدرِ ضرورت علمِ دین رکھتا ہو (۲) عقائد و اعمال و اخلاق میں شرع کا پابند ہو (۳) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہوں، کمال کا دعوی نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ ٔ دنیا ہے (۴) کسی شیخ کامل کی صحبت میں چندے رہا ہو (۵) اس زمانہ کے مصنف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں (۶) بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں (۷) جو لوگ اس کے مرید ہیں اُن میں اکثر کی حالت باعتبارِ اتباعِ شرع و قلت حرص دنیا کے اچھی ہو (۸) وہ شیخ تعلیم و تلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور ان کی کوئی بری بات سن کر یا دیکھ کر اُن کو روک ٹوک کرتا ہو، یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے (۹) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو (۱۰) خود بھی وہ ذاکر و شاغل ہو کہ بدونِ عمل یا عزمِ عمل تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔

جس شخص میں یہ علامات ہوں پھر یہ نہ دیکھے کہ اُس سے کوئی کرامت بھی صادر

ہوتی ہے یا نہیں یا اُس کو کشف بھی ہوتا ہے یا نہیں، یا یہ جو دعا کرتا ہے وہ قبول بھی ہوجاتی ہے یا نہیں، یا یہ صاحبِ تصرفات ہے یا نہیں، کیونکہ یہ اُمور لوازمِ مشیخت یا ولایت میں سے نہیں ۔'' (قصد السبیل دراصلاحی نصاب ص ۵۱۸)

الحمدللہ ! کوئی دور بفضلِ خداوندی مذکورہ بالا علامات سے متصف اولیاء اللہ اور اصحابِ معرفت سے خالی نہیں رہا ہے، آج بھی ایسے اکابر موجود ہیں جن سے وابستہ ہو کر ہزاروں ہزار افراد دلوں کے تزکیہ پر محنتیں کر رہے ہیں۔

تصوف کی محنتوں کا منتہائے مقصود :

ان اولیاء اللہ کے ذریعہ مخصوص اعمال و وظائف کی جو مشق کرائی جاتی ہے اُس کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ سالکین وطالبین میں صفت احسانی کا ظہور ہوجائے یعنی دلوں سے غفلت کا پردہ اُٹھے اور وہ ایمانی نور اُبھر کر آئے جس کی روشنی سے چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت ذاتِ خداوندی کا استحضار جسے ملکۂ یادداشت کہا جاتا ہے میسر آجائے اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ [۱] یعنی ''اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اُسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تصور کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے'' کا مقام حاصل ہوجائے۔

تصوف وسلوک کی ساری محنتوں کا خلاصہ اور مقصود یہی ہے، بقیہ جو ذکر کے طریقے ہیں یا خاص اعداد کے ساتھ اذکار کی تعلیمات ہیں وہ طریقے ان خاص صورتوں کے ساتھ مقصود بالذات نہیں ہیں اور نہ اِن کو شرعی اعتبار سے وجوب یا فرضیت کا درجہ حاصل ہے بلکہ حقیقت میں یہ خاص طریقے امراضِ رُوحانیہ کے علاج اور اُن کو دُور کرنے کی تدبیریں ہیں جنہیں شیخ کامل سالک کے حالات اور ضروریات کا جائزہ لے کر تجویز کرتا ہے، اب اگر کوئی ان ہی تدابیر کو اصل سمجھ بیٹھے اور منتہائے مقصود یعنی صفتِ احسانی کے حصول سے صرفِ نظر کر لے تو یقیناً غلطی پر ہے اور تصوف وسلوک کی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہے۔

---

[۱] مسلم شریف ج۱ ص۲۷

عارف باللہ حضرت رائے پوریؒ کا ارشاد :

اسی کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے دور کے صاحبِ معرفت اور راہِ سلوک کے رمز آشنا بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمة اللہ علیہ اِرشاد فرماتے ہیں :

''اللہ تعالیٰ کی محبت اور ہر وقت اُس کا اور اُس کی رضا کا دھیان و فکر کرنا اور اس کی طرف سے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا، یہ کیفیتیں دین میں مطلوب ہیں اور قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اِن کے بغیر ایمان اور اسلام کامل ہی نہیں ہوتا لیکن رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دین کی تعلیم و تربیت کی طرح یہ ایمانی کیفیتیں بھی آپ کی صحبت ہی سے حاصل ہو جاتی تھیں اور حضور ﷺ کے فیضانِ صحبت سے صحابہ کرامؓ کی صحبتوں میں بھی یہ تاثیر تھی لیکن بعد میں ماحول کے زیادہ بگڑ جانے اور استعدادوں کے ناقص ہو جانے کی وجہ سے اس مقصد کے لیے کاملین کی صحبت بھی کافی نہیں رہی، تو دین کے اس شعبہ کے اماموں نے ان کیفیات کے حاصل کرنے کے لیے صحبت کے ساتھ ''ذکروفکر کی کثرت'' کا اضافہ کیا اور تجربہ سے یہ تجویز صحیح ثابت ہوئی، اسی طرح بعض مشائخ نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے احوال کا تجربہ کر کے اُن کے نفس کو توڑنے اور شہوات کو مغلوب کرنے اور طبیعت میں لینت (نرمی) پیدا کرنے کے لیے ان کے واسطے خاص قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے تجویز کیے، اسی طرح ذکر کی تاثیر بڑھانے کے لیے اور طبیعت میں رقت اور یکسوئی پیدا کرنے کے لیے ضرب کا طریقہ نکالا گیا تو ان میں سے کسی چیز کو مقصود اور مامور بہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ سب کچھ علاج اور تدبیر کے طور پر کیا جاتا ہے اور اسی لیے مقصد حاصل ہو جانے کے بعد یہ سب چیزیں چھڑا دی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ائمہ طریق

اپنے اپنے زمانہ کے حالات اور اپنے تجربہ کے مطابق ان چیزوں میں ردّو بدل اور کمی بیشی بھی کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے رہتے ہیں بلکہ ایک ہی شیخ کبھی کبھی مختلف طالبوں کے لیے ان کے خاص حالات اور ان کی استعداد کے مطابق الگ الگ اعمال واشغال تجویز کر دیتا ہے اور بعض ایسے اعلیٰ استعداد والے بھی ہوتے ہیں جنہیں اس طرح کا ذکر و شغل کرانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ ان کو یونہی نصیب فرما دیتا ہے، اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان سب چیزوں کو صرف علاج اور تدبیر کے طور پر ضرورتاً کرایا جاتا ہے۔'' [۱]

اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ تصوف اور راہِ سلوک کی محنتیں دین سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت کی رُوح کو انسان کے رگ وپے میں بسانے کا نام ہی دراصل تصوف ہے اور یہی وہ تصوف ہے جس کے اکابر اولیاء اللہ اِمام رہے ہیں اور اس راہ سے ان کے ہاتھوں پر ہزارہا ہزار تشنگانِ معرفت نے مئے عرفان ومحبت سے سیرابی حاصل کی ہے۔

تصوف کی راہ سے دینی خدمت میں جِلا پیدا ہوتی ہے :

تصوف دینی خدمات ومصروفیات میں حائل نہیں ہوتا بلکہ ان خدمتوں کی جان اور رُوح کی حیثیت رکھتا ہے اسی لیے علماء نے لکھا ہے کہ وہی شخص خلقِ خدا کو افادۂ ظاہری (تعلیم وتدریس) اور افادۂ باطنی (سلوک وتربیت) کا حقدار ہے جو نسبتِ باطنی سے آراستہ و پیراستہ ہو، یہ دین ایسے ہی اصحابِ نسبت خدام کے ذریعہ دنیا میں پھیلا ہے محض علم سے فیض نہیں پہنچتا جب تک کہ اس کے ساتھ نسبت کی چاشنی نہ ہو اور نسبت باطنی کی وضاحت کرتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں :

---

[۱] بیس بڑے مسلمان ص ۹۹۸ مضمون مولانا محمد منظور نعمانی ؒ

''اور علامت حصولِ نسبتِ باطنی کے دو امر ہیں : ایک یہ کہ ذکر اور یاد داشت کا ایسا ملکہ ہو جائے کہ کسی وقت غفلت اور ذہول نہ ہو اور اس میں زیادہ تکلف نہ کرنا پڑے، دوسرے یہ کہ اطاعتِ حق یعنی اتباع احکامِ شرعیہ کی عبادتاً و معاملۃً و خلقاً و قولاً و افعالاً اس کو ایسی رغبت اور منہیات و مخالفات سے ایسی نفرت ہو جائے جیسے مرغوبات و مکروہات طبیعت کی ہوتی ہے اور حرص دنیا کی قلب سے نکل جاوے گان خلقه القرآن اس کی شان بن جائے، البتہ کسل عارضی یا وسوسہ جس کے مقتضٰی پر عمل نہ ہو اس رغبت و نفرت کے منافق نہیں۔ الخ'' [1]

ظاہر ہے کہ ایسے صاحبِ نسبت کی خدمت سے اور افادۂ عوام و خواص سے جو نفع خلقِ خدا کو پہنچ سکتا ہے وہ غیر نسبت والے شخص سے ہرگز نہیں پہنچ سکتا اس لیے بالخصوص مدارس کے فضلاء کو چاہیے کہ وہ علم ظاہری کی تکمیل کے ساتھ نسبت کے حصول کے لیے کسی شیخِ کامل کی صحبت و متابعت سے فیض اُٹھائیں تاکہ جب وہ خدمت کے میدان میں قدم رکھیں تو ان کے ذریعہ سے ہدایت کی کرنیں چاردانگ عالم میں پھوٹنے لگیں اور ان کا صاف ستھرا کردار اور شاندار عمل ان کے علم نافع کا مظہر بن جائے۔

نقالوں سے ہوشیار :

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ چلتا ہوا کام دیکھ کر بہت سے دنیا دار اور عزت و شہرت کے حریص لوگ پیر و مرشد کا لبادہ اوڑھ کر تصوف کے نام پر شرک و بدعات کی دوکان چلانے میں لگے ہوئے ہیں اور انہوں نے تصوف کے شریعت سے الگ ہونے کا ڈھونگ رچا کر ضلالت اور گمراہی کا جال بچھا رکھا ہے اس طرح کی دکانیں مزارات پر سجادہ نشینوں کے ذریعہ خوب چل رہی ہیں اور پھل پھول رہی ہیں تو اچھی سمجھ لینا چاہیے کہ جو تصوف شریعت کے خلاف کوئی حکم دیتا ہو وہ تصوف نہیں ہے شیطانیت ہے،

---

[1] قصد السبیل در اصلاحی نصاب ص ۵۳۲

اس لیے ایسے جعلی پیروں کی جعل سازیوں سے جہاں اپنے کو بچانا ضروری ہے وہیں ان جعل سازوں کو دیکھ کر اصلی اور سچے اہلِ تصوف سے دل میں بدگمانی نہ قائم کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ بعض افراد کی غلط کاریوں کی بنا پر پورے کام کو غلط قرار دینا عقل مندوں کا کام نہیں ہے۔

بہرحال گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دلوں کے تزکیہ کے لیے معتبر اولیاء اللہ کے دامن سے وابستگی اختیار کرنی چاہیے تاکہ ہمارے لیے اطاعت وعبادت کی راہ آسان ہو، ہمیں اللہ کی رضا میسر آئے اور ہم صحیح معنوں میں اپنے خدام سے شرم وحیا کرنے والے بن جائیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

﴿ چار بیماریوں سے حفاظت ﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک بڑے میاں جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا وہ حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کوئی ایسی دُعاء بتلا دیں جو مجھے دُنیا وآخرت میں نفع دے آپ ﷺ نے فرمایا دُنیا کے نفع کے لیے تو یہ ہے کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے (۱) جذام (۲) پاگل پن (۳) اندھا پن (۴) فالج۔ (عمل الیوم واللّیلة لابن سنیؒ ص ۱۱۷)

کیا ''انسان'' کی خدمت اور ''انسانیت'' کی خدمت میں فرق ہے

﴿ شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہ وَ اَصْحَابِہ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دو حیثیتیں بنائی ہیں یعنی انسانی خدمت کے اعتبار سے انسان کے خادم دو قسم کے ہیں :

ایک وہ ہیں جو انسانوں کی خدمت کرتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں انسانوں کا خادم ہونا اور انسانیت کا خادم ہونا دونوں میں فرق ہے۔

''انسانوں کا خادم'' یہ آسان کام ہے انسانوں کی خدمت ہر شخص کرسکتا ہے اس میں کافر اور مسلمان کا بھی فرق نہیں ہے کافر بھی انسانوں کی خدمت کرتے ہیں اور کرتے رہے ہیں اور مسلمان بھی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے گویا انسانوں کی خدمت کافر بھی کرسکتا ہے اور مسلمان بھی کرسکتا ہے فاسق فاجر بھی کر سکتے ہیں اور جاہل بھی کرسکتا ہے پڑھا لکھا بھی کرسکتا ہے نہ اِس کے لیے ایمان کی شرط ہے کہ ایمان ہو نہ اس کے لیے علم کی شرط ہے کہ علم ہو چنانچہ انسانوں کی خدمت صدیوں سے بڑے بڑے کافروں نے بھی کی ہے اور مسلمانوں نے بھی کی ہے۔

ہمارے لاہور شہر میں ہی ہندو بڑے بڑے خادم گزرے ہیں جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی ہے، گنگا رام ہسپتال ہندوؤں کا بنایا ہوا ہے وہ بہت بڑا سخی تھا اور ہر ایک کی خدمت کرتا تھا چاہے وہ مسلمان ہو چاہے کافر ہو چاہے ہندو ہو چاہے سکھ ہو کوئی فرق نہیں کرتا تھا، گلاب دیوی ہسپتال بھی ہندوؤں کا بنایا ہوا ہے، لیڈی ایچی سن یہ نام تو عیسائی عورت کا ہے جو ہمارا خون چوستے رہے ہیں مسلمانوں کا اُس کے نام پر ہے، لیڈی ولنگڈن اس کی تاریخ مجھے معلوم نہیں ہوسکتا ہے شاید بنایا بھی

انہوں نے ہی ہو یا اُس وقت کی سرکار نے بنائے ہوں ، ایسے ہی میو ہسپتال [1] یہ بھی بہت بڑا مسلمانوں کا دشمن عیسائی تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کا اِس نے بڑا خون کیا بڑی تباہی مچائی برصغیر میں اُس کے نام پر اس کا نام رکھ دیا میو ہسپتال تو اگر تو اُسی نے بنایا تھا تو وہ انسانوں کی خدمت سامنے موجود ہے ابھی تک ،تو انسانوں کی خدمت کے لیے نہ ایمان ضروری ہے کافر بھی کرسکتا ہے نہ ہی علم ضروری ہے جاہل بھی کرسکتا ہے۔

ہوسکتا یہ جو نام لیے ہیں یہ پڑھے لکھے نہ ہوں اور اب بھی بہت سے لوگ ہیں انگوٹھا لگاتے ہیں لیکن رفاہی کام کرتے ہیں ہمارے مسلمانوں میں بھی ہیں ایسے، گاؤں دیہاتوں میں بھی ہیں بڑے شہروں میں بھی ہیں ہسپتال بنائیں گے یتیم خانے بنائیں گے معذوروں کے لیے بنائیں گے یہ سب اچھے کام ہیں کافر کو بھی اس پر اجر ملتا ہے کہ دنیا میں اُسے اِس کا کوئی پھل اللہ دیتے ہیں مرنے کے بعد کچھ نہیں ،مرنے کے بعد اس کے اجر کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عذاب ہلکے قسم کا ملے گا یعنی سخت عذاب، ہلکا بھی عذاب وہاں کا سخت ہے لیکن جو وہاں کے سخت، گہرے نیچے درجے ہیں ان سے ذرا بہتر درجہ دے دیا جائے گا لیکن ہوں گے وہ عذاب میں چاہے کتنی خدمات کی ہوں نوبل انعام جنہیں دیا جارہا ہے نوبل انعام اُن میں مسلمان تو کوئی بھی نہیں ہے ابھی تک میرے خیال میں ایک بھی نہیں ہے سب کافر ہیں عیسائی ہیں یہودی ہیں سلمان رشدی ہے وہ بھی کافر ہے قادیانی ہے اسی طرح اور بھی ہیں میرے علم میں نہیں ہے ہوسکتا ہے کسی مسلمان کو بھی ملا ہو بظاہر ابھی تک جو میرا علم ہے اُس کے مطابق وہ کسی مسلمان کو نہیں دیا گیا تو انہوں نے کام کیے اچھے لیکن یہ سب انسانوں کے خادم ہیں۔

لیکن ایک ہے ''انسانیت کا خادم'' انسانیت کا خادم وہ بڑے درجے کی چیز ہے اس کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے اس کے لیے علم ہونا بھی ضروری ہے اور علم بھی آسمانی علم ،سب سے قیمتی علم زمینی علوم نہیں ،آسمانی علوم جس کے پاس ہوں گے وہ انسانیت کا خادم کہلائے گا بشرطیکہ وہ اخلاص سے یہ کام کرے اگر اخلاص سے نہیں کرے گا تو وہ بھی جہنم میں جائے گا لہٰذا کافر انسانیت کا خادم نہیں ہوسکتا

---

[1] لارڈ میو، وائسرائے ہند

اور جاہل بھی انسانیت کا خادم نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں ایک عالم کی مثال آتی ہے اللہ کے دربار میں پیش ہو گا اور سوال ہو گا کہ تو نے کیا کام کیا ؟ حالانکہ آسمانی علوم اُس کے پاس ہوں گے مسلمان بھی ہے اور آسمانی علوم بھی ہیں، وہ کہے گا اے اللہ میں نے پڑھا اور پڑھایا اور اس اس طرح کی خدمات انجام دیں دنیا میں علم کا فیض ہوا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے ہاں ٹھیک ہے یہ تو ہوا لیکن تم نے یہ اپنے لیے کیا تھا کہ میری شہرت ہو میرا نام ہو میرا چرچا ہو کہ میں بہت بڑا عالم میری خدمات میرے شاگرد میرے ادارے، اس لیے تو نے کیا تھا تو تو انسانوں کا خادم تھا وہ انسانوں کی خدمت تو دنیا تک کی چیز تھی اُس کے بدلے میں نے بدلہ دے دیا تھا جو تیری نیت تھی تیری شہرت بھی ہوگئی تیرا نام بھی ہو گیا تھا تیرے جوتے بھی اُٹھائے گئے تیرے ہاتھ بھی چومے گئے کندھوں پر بھی اُٹھایا لوگوں نے عزت دی دنیا میں بہت چرچا ہوا تھا وہ میں نے ہی دیا تھا اور تو نے اُتنا ہی مانگا تھا وہ میں نے دے دیا، حکم ہو گا اسے جہنم میں ڈال دو۔

تو معلوم ہوا کہ وہ انسانوں کا خادم تھا انسانیت کا نہیں تھا انسانیت کا خادم کسے کہتے ہیں ؟ انسانیت کے خادم کا مطلب ہے کہ انسان جس گھر سے نکلا ہے اور اُس کے بعد نکل کر اِس دنیا میں مہاجر کیمپ میں زندگی گزار رہا ہے اِس مہاجر کیمپ میں اس کو اچھی طرح سہولتوں کے ساتھ زندگی گزارنے دو اُس کو عزت بھی دو اُس کو روحانی علوم بھی دو اُس کو مادّی چیزیں بھی دو اُسے ہر قسم کا فائدہ دو، اُسے پیسے بھی دو، اُسے ڈالر بھی دو، اُسے روپے بھی دو، اُسے ایمان بھی دو حتی کہ اُس کا خاتمہ ایمان پر ہو جائے تو گویا تم نے اِس مہاجر کو واپس اُس گھر میں پہنچا دیا جس سے یہ نکلا تھا یہ ہے انسانیت کا خادم کہ اس انسان کو جس گھر سے یہ نکلا ہے اور اب یہ بھٹک رہا ہے اسے آنے کا راستہ بھی نہیں پتہ اور واپسی کا راستہ بھی نہیں پتہ شمال میں جانا ہے جنوب میں جانا ہے نیچے کی طرف کھدائی کر کے جانا ہے اُوپر کی طرف جانا ہے کچھ نہیں پتہ، نبیوں نے بتایا آ کر کہ تو وہاں سے آیا تھا اس طرح آیا تھا اور اس راستے پر چلے گا تو واپس اپنے گھر میں پہنچے گا تو سب سے بڑے علمبردار اور قائد اور لیڈر انسانیت کی خدمت کے وہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور ہر نبی مسلمان ہوتا ہے اور سر سے پاؤں تک بال بال اُس کا علم سے بھرپور ہوتا ہے

اور دنیاوی علوم سے بھی اور آسمانی علوم سے بھی تو یہ انسانیت کا خادم ہے۔

شام سے مہاجر نکل کر بھٹک گئے کوئی یورپ میں پہنچ گئے کوئی ترکی میں ہے صحیح خدمت اُن کی یہ ہے کہ انہیں جب تک ہجرت کر رہے ہیں باہر ہیں ان کی تعلیم ان کے بچوں کی خدمت کھانا پینا دو پھر کوشش کر کے واپس ان کے شہروں میں پہنچاؤ اور انہیں خرچہ دو اور ویسا ہی مکان بنا کر دو ویسے ہی فیکٹری اور کارخانے کے لیے ان کو مدد دو اور وہاں جا کر انہیں بٹھاؤ اور بساؤ تو گویا جس گھر سے نکلا تھا اس گھر میں لاکر اُسے بٹھایا تو یہ انسانوں کی خدمت کہلائے گی بڑے اعلیٰ درجہ کی کہ جہاں سے نکلا واپس اسے اس گھر میں لاکر بٹھایا اور وہی سہولتیں دے دیں تو یہ کہا جائے گا کہ جیسی خدمت کا حق ہے مہاجر کی وہ اس نے کی ہے تو یہ مہاجر کی خدمت ہے یہ انسان کی خدمت ہے انسانیت کی نہیں کیونکہ وہ جنہیں لائیں گے واپس اُن میں مسلمانوں کی بڑی تعداد ہے اس میں کافر بھی بعض ہوں گے جو وہاں رہتے تھے عیسائی بھی ہوں گے فلاں مذہب کا بھی ہوگا وہ بھی چلا گیا جیسے برما سے بنگلہ دیش میں جو آئے ہوئے ہیں اُس میں ہندو بھی بہت سارے آئے ہوئے ہیں اُن کو واپس بسانا مظلوم کی مدد کرنا چاہے وہ مسلمان ہے چاہے وہ ہندو ہے یہ اسلام سکھاتا ہے تو یہ جو کر رہا ہے یہ انسانوں کا خادم ہے۔

لیکن اگر کسی مذہبی آدمی (یعنی مسلمان) نے یہ کام انجام دیا اور ساتھ ساتھ انہیں دینی تعلیم بھی دی اور انہیں لاکر واپس بسایا بھی تو یہ انسانوں کا خادم بھی ہے اور یہ انسانیت کا خادم بھی ہے کیونکہ یہاں دنیاوی علم بھی ہے اور آسمانی علوم بھی ہیں ایمان بھی ہے تو انسانیت کا خادم کہلائے گا۔

آج ہمارے یہاں پروپیگنڈا ہوتا ہے این جی اوز آرہی ہیں وہ جس کو چاہے کہتی ہیں کہ یہ انسانیت کا خادم ہے انسانیت کا خادم ہے یہ بڑی خاموشی سے مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے انسایت کا خادم کوئی ان میں نہیں ہے، ہم مانتے ہیں اور قدر ہر ایک کرتا ہے ان کی خدمت کی لیکن وہ انسانوں کے خادم ہیں انسانیت کے خادم نہیں، جو ہسپتال بنا رہے ہیں دوائیں دے رہا ہے گھر بنا کر دے رہا ہے انسانوں کا خادم ہے اجر و ثواب اِس پر بھی ملے گا بشرطیکہ اخلاص سے کیا ہو اور اجر و ثواب نہیں ملے گا اگر دکھاوے کے لیے کیا ہو چاہے وہ عالم ہو چاہے وہ شہید ہو چاہے وہ سخی ہو تینوں کی مثالیں حدیث شریف

میں دی گئی ہیں کہ ''سخی'' کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے ''شہید'' کو جہنم میں ڈال دیں گے کہ تو نے اخلاص سے جہاد نہیں کیا تھا تو نے بہادری کے لیے کیا تھا شجاعت کے لیے کیا تھا چرچے کے لیے کیا تھا کہ میرا نام ہو وہ مل گیا تجھے بڑے بڑے تمغے مل گئے اب حکم ہوگا اس عالم کو بھی جہنم میں ڈال دو اس شہید کو بھی جہنم میں ڈال دو اور اس سخی کو بھی جہنم میں ڈال دو تو جو آدمی خود جہنم میں جار ہا ہے وہ انسانیت کا خادم کیسے ہو سکتا ہے خود سوچا جائے انسانیت کا خادم تو وہ ہے جو نبی کے طریقے پر چل رہا ہے تو نبی کے طریقے پر چلتا چلتا جنت میں وہ خود بھی جائے گا اور ان لوگوں کو بھی لے کر جائے گا تو اسے انسانیت کا خادم کہنا چاہیے۔

ہماری حکومت کو بھی توجہ دینی چاہیے حکومت کے لیڈر بھی پڑھے لکھے نہیں ہیں وہ بھی یہی بولتے ہیں کہ انسانیت کا خادم تھا یہ بہت بڑی ناواقفیت کی دلیل ہے علم سے دُوری کی دلیل ہے کہ ہم ایسے الفاظ استعمال کریں کہ جس سے زمین آسمان ہو جائے اور آسمان زمین ہو جائے تو انسانیت کے خادم انبیاء علیہم السلام اور وہ مخلص علماء ہیں بس جو انبیاء کی تعلیم دیں، اور جو ریاکار ہے اور دنیاوی مفاد ہے وہ انسانیت کا خادم نہیں وہ اپنا خادم ہے بس۔

انسان بھی ایک حیوان ہے تو جیسے گھوڑوں کا خادم ہے گھوڑا ہسپتال بنا دیا کتوں کا ہسپتال بنا دیا ایسے ہی یہ انسانوں کا تو جب تک یہ ایمان نہیں ہے تو ایسا ہے جیسے یہ گھوڑوں کی خدمت کر رہا ہے بس ثواب ملے گا ٹھیک ہے اچھا کام کر رہا ہے اللہ کی مخلوق کی خدمت کر رہا ہے لیکن انسانیت کا خادم نہیں کہلائے گا یہ انسانوں کا خادم کہلائے گا۔

انسانیت کے خادم علماءِ کرام، ائمہ مساجد، دینی مدارس، مدارس بنانے والے، چلانے والے ان میں پڑھنے والے، اُن میں پڑھانے والے جو جو اخلاص سے کام کر رہے ہیں وہ انسانیت کے خادم ہیں لہٰذا اُن کی مدد کرنا اُن کا ساتھ دینا انسانوں کی خدمت کرنے والوں سے زیادہ باعثِ ثواب اور اجر ہے اُن کی بھی مدد کی جائے اور اِن کی اُن سے زیادہ کی جائے کیونکہ اس پر انسانیت کی فلاح موقوف ہے ورنہ انسان اگر بد عمل ہو تو جانور سے بھی بدتر ہے ﴿اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ اُولٰئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ﴿وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ اللہ تعالیٰ قسم کھا کر فرما رہے ہیں زمانے کی کہ انسان گھاٹے ہی

میں ہیں ﴿اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ یہ مومن ہیں یہ وہ ہیں جو انبیاء کے طریقے پر چلنے والے ہیں لہٰذا صحیح معنی میں فلاحی ادارے یا فلاحی خادم وہ ہوں گے جو انسانیت کے خادم ہیں۔ جو دوسرے کام کر رہے ہیں وہ بھی فلاحی خدمات کر رہے ہیں لیکن وہ نمبر دو پہلے نمبر پر نہیں کیونکہ وہ خدمت کافر بھی کر سکتا ہے وہ جاہل بھی کر سکتا ہے وہ عالم بھی کر سکتا ہے اور یہ خدمت صرف ایمان اور علم اور اخلاص تین چیزیں ہوں گی تو یہ انسانیت کا خادم ہوگا اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہوگا اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے علم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اخلاص عطا فرمائے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت اور ان کا ساتھ نصیب فرمائے وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

(خطبہ جمعہ مسجد حامد ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ/ ۲۶ر جنوری ۲۰۱۸ء)

بقیہ : تبلیغ دین

بخل کا عملی علاج :

عملی علاج یہ ہے کہ نفس پر جبر کرو اور خرچ کرنے کی بہ تکلف عادت ڈالو، ضرورتوں کے وقت خرچ کرنے کی خوبی کا تصور باندھ کر اتنا زور ڈالو کہ خرچ کرنے کی رغبت ہونے لگے اور پھر بتدریج برے خیالات اور مذموم اخلاق کو دُور کرتے رہو یہاں تک کہ بخل کی جڑ کٹ جائے اور اب مال کا خرچ کرنا خالصتاً لوجہ اللہ بن جائے یعنی صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے ہو۔ (جاری ہے)

وہ سجدوں کے شوقین غازی کہاں ہیں ؟

وہ دھوپوں میں تپتی زمینوں پہ سجدے
سفر میں وہ گھوڑوں کی زینوں پہ سجدے
چٹانوں کی اُونچی جبینوں پہ سجدے
وہ صحرا بیاباں کے سینوں پہ سجدے
علالت میں سجدے مصیبت میں سجدے
وہ فاقوں میں حاجت میں غربت میں سجدے
وہ جنگ و جدل میں حراست میں سجدے
لگا تیر زخموں کی حالت میں سجدے
وہ غاروں کی وحشت میں پُر نور سجدے
وہ خنجر کے سائے میں مسرور سجدے
وہ راتوں میں خلوت کے مامور سجدے
وہ لمبی رکعتوں سے مسحور سجدے
وہ سجدے محافظ مددگار سجدے
غموں کے مقابل عطردار سجدے
نجات اور بخشش کے سالار سجدے
جھکا سر تو بنتے تھے تلوار سجدے
وہ سجدوں کے شوقین غازی کہاں ہیں ؟
زمیں پوچھتی ہے نمازی کہاں ہیں ؟

ہمارے بجھے دل سے بیزار سجدے
خیالوں میں اُلجھے ہوئے چار سجدے
مصلے ہیں ریشم کے بیمار سجدے
چمکتی دیواروں میں لاچار سجدے
ریاکار سجدے ہیں نادار سجدے
بے نور بے ذوق مردار سجدے
سروں کے ستم سے ہیں سنگسار سجدے
دلوں کی نحوست سے مسمار سجدے
ہیں مفرور سجدے ہیں مغرور سجدے
ہیں کمزور بے جان معذور سجدے
گناہوں کی چکی میں ہیں چور سجدے
گھسٹتے غلاموں کے مجبور سجدے
کہ سجدوں میں سر ہیں بھٹکتے ہیں سجدے
سراسر سروں پر لٹکتے ہیں سجدے
نگاہِ خضوع میں کھٹکتے ہیں سجدے
دعاؤں سے دامن جھٹکتے ہیں سجدے
وہ سجدوں کے شوقین غازی کہاں ہیں ؟
زمیں پوچھتی ہے نمازی کہاں ہیں ؟
چلو آؤ کرتے ہیں توبہ کے سجدے
بہت تشنگی سے توجہ کے سجدے

مسیحا کے آگے مداوا کے سجدے
ندامت سے سرخم شکستہ سے سجدے
رضا والے سجدے وفا والے سجدے
عمل کی طرف رہنما والے سجدے
سراپا ادب التجا والے سجدے
بہت عاجزی سے حیا والے سجدے
نگاہوں کے دربان رُودار سجدے
وہ چہرے کی زَہرا چمکدار سجدے
سراسر بدل دیں جو کردار سجدے
کہ بن جائیں جینے کے اَطوار سجدے
خضوع کی قبا میں یقیں والے سجدے
رسا عرش پر ہوں زمیں والے سجدے
لحد کے مکیں ہمنشیں والے سجدے
ہو شافع محشر جبین والے سجدے
وہ سجدوں کے شوقین غازی کہاں ہیں ؟
زمیں پوچھتی ہے نمازی کہاں ہیں ؟

(شاعر نامعلوم)

اخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۱۲ر فروری بروز پیر صبح کے وقت شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم، مولانا منیر صاحب علوی کی دعوت پر ختم ِنبوت کے جلسہ میں شرکت کی غرض سے تلمبہ مانکوٹ کے لیے روانہ ہوئے، بارہ بجے کے قریب تلمبہ پہنچ گئے، مدرسہ عربیہ قادریہ کے مہتمم مولانا شوکت علی صاحب ناصر اور مقامی علماء کرام نے حضرت صاحب کا پُر تپاک استقبال کیا، حضرت صاحب نے نہایت پُر اثر اختتامی بیان فرمایا، جلسہ کے اختتام پر حضرت نے اجتماعی دُعا کرائی۔

ختم ِنبوت کے دوسرے جلسے میں شرکت کے لیے مولانا سعید الرحمن صاحب کے ہمراہ مانکوٹ تشریف لے گئے، جامعہ اشرفیہ مانکوٹ کے مہتمم مولانا مفتی احمد صاحب نے حضرت کا استقبال کیا، جلسہ گاہ میں حاضرین حضرت صاحب کے بیان کا شدت سے انتظار کر رہے تھے، حضرت صاحب نے اپنے بیان میں فتنۂ قادیانیت اور اُن کی مکاریوں سے عوام کو روشناس کرایا اور اختتامی دعا فرمائی، مانکوٹ میں حضرت صاحب کی آمد کی اطلاع پر دارُالعلوم رحیمیہ کے ناظم تعلیمات مولانا عبدالستار صاحب اور حافظ احسان سعید صاحب ملتان سے پہنچے، ان دونوں حضرات کے اصرار پر حضرت صاحب رات کے قیام کے لیے ملتان تشریف لے گئے، بھائی احسان سعید صاحب کی خواہش پر حضرت صاحب نے رات کا کھانا ان کے گھر پر تناول فرمایا اور رات کو دارُالعلوم رحیمیہ میں قیام فرمایا۔

اگلی صبح بعد نمازِ فجر حضرت مولانا قاری ادریس صاحب مدظلہم مہتمم دارُالعلوم رحیمیہ کے صاحبزادگان سے ملاقات ہوئی، ناشتہ کے بعد مولانا عبدالرحمن صاحب کی خواہش پر چند منٹ کے لیے مدرسہ خیر البشر تشریف لے گئے اور مختصر بیان فرمایا، حضرت صاحب نے مولانا عبدالستار صاحب سے اجازت چاہی اور لاہور کے لیے روانہ ہوئے، دوپہر تین بجے بخیر وعافیت جامعہ پہنچ گئے، والحمدللہ۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامدؒ
کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی، اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اور اپنے عزیز واَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35399051 - 42 - 92+ 35399052 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

انوار مدینہ کا اکاؤنٹ نمبر (2-7914-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

MONTHLY ANWAR - E - MADINA LAHORE. CPL: 67